

اسلام میں مظاہروں کا حکم

دکتور سعود بن عبد الله الفنیسان
کے ساتھ ایک مکالمہ

شیخ ربيع بن صادی المخلی حفظہ اللہ
تألیف

مترجم
دکتور اجمل منظور المدنی حفظہ اللہ

محدث الابنی

کتاب و سنت کی دینی تحریکی ہائے اولیٰ اسلامی اسٹاپ لائبریری سے ۱۷ مئی ۲۰۲۰ء

معزز زقارئین توجہ فرمائیں

mosque-alquraysh.org/used-books

designed by 99freepik.com

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر مستیاب تمام الیکٹریک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الislahی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعویٰ مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشر ہن سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاؤشوں میں بھر پور شرکت اختیار کریں

کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے PDF
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

- ✉ KitaboSunnat@gmail.com
- 🌐 library@mohaddis.com

اسلام میں

مظاہروں کا حکم

دکتور سعود بن عبد اللہ الفنیسان کے ساتھ ایک مکالمہ

تألیف:

شیخ ریبع بن ہادی المدحی حفظہ اللہ

مترجم: د/اجمل منظور المدنی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمة مؤلف

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ، وَعَلَى أَلِيِّهِ،
وَأَصْحَابِهِ، وَمَن تَبَعَهُم بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ، أَمَّا بَعْدُ:

میں نے ”نظرات شرعیہ فی وسائل التعبیر العصریۃ“ نامی ایک ستابچہ دیکھا جسے دکتور سعود بن عبد اللہ الفنیسان نے تحریر کیا ہے۔ میں نے اس مقالے میں پایا کہ مصنف نے مظاہروں کے بارے میں شرعی دلائل سے استدلال کرنے میں راہ حق سے انحراف کیا ہے، حالانکہ اللہ نے ہمیں اسی راہ حق پر چلنے کا حکم دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنَّ هَذَا صَرَاطٌ مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَاعِدُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [الانعام: ۱۵۳]

ترجمہ: اور یہ کہ یہی میراراستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرا راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم نج جاؤ۔ اور اللہ نے اپنے رسول کے حق میں یہ گواہی دی ہے کہ آپ صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذَلِكَ أُوحِيَنَا إِلَيْكَ رُوْحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا إِلِيمَانٌ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صَرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ [الشوری: ۵۳]

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک روح کی وجی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے اور لیکن ہم نے اسے ایک ایسی روشنی بنادیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے

بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بلاشبہ تو یقیناً سید ہے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خود ہمیں بھی اس بات کا مکلف بنایا کہ ہم نمازوں کے اندر راہیٰ را حق پر چلنے کی اس سے دعا کریں، چنانچہ اسی کی تعلیم کے مطابق ہم میں سے ہر کوئی یہی دعا کرتا ہے:

﴿إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۖ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ [الفاتحہ: ۷]

ترجمہ: ہمیں سید ہے راستے پر چلا۔ ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا، جن پر نہ غصہ کیا گیا اور نہ وہ گمراہ ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتنوں سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ [الانفال: ۲۵]

ترجمہ: اور اس عظیم فتنے سے بچ جاؤ جو لازماً ان لوگوں کو خاص طور پر نہیں پہنچ گا جنہوں نے تم میں سے ظلم کیا اور جان لو کہ اللہ بہت سخت سزا والا ہے۔

اسی طرح مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: **﴿فَلَيَحْذِرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةً أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾** [النور: ۶۳]

ترجمہ: سوالازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پہنچے رہتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ آپہنچے، یا انہیں دردناک عذاب آپہنچے۔

اور اللہ کے رسول ﷺ نے بہت ساری احادیث میں ہمیں فتنوں سے آگاہ کیا ہے انہیں میں سے چند احادیث درج ذیل ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "سَتَكُونُ فِتْنَ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنْ

الْقَائِمُ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي، مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفُهُ، وَمَنْ وَجَدَ فِيهَا مَلْجَأً فَلَيَعْذِزْ بِهِ۔ ” [صحیح مسلم: ۲۸۸۶]

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قریب ہے کہ فتنے ہوں گے جن میں بلیٹھنے والا بہتر ہو گا کھڑے ہونے سے اور کھڑا رہنے والا بہتر ہو گا چلنے والے سے اور چلنے والا بہتر ہو گا دوڑنے والے سے، جو اس کو وہ پھینچ لے گا اور جو کوئی پناہ کا مقام یا بچاؤ کی جگہ پاتے تو چاہیے کہ اس پناہ میں آجائے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ بھی سکھایا ہیکہ ہم چار چیزوں سے پناہ مانگیں جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِذَا تَشَهَّدَ أَحَدُكُمْ، فَلَيْسَ تَعِذُّ
بِاللَّهِ مِنْ أَرْبَعٍ، يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ
الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمُحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی تم میں سے نماز میں تسلیم پڑھے تو چار چیزوں سے پناہ مانگے، کہے:

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ
الْمُحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ۔ ” [صحیح مسلم: ۵۸۸]

یا اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تیری جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے عذاب سے اور دجال کے فتنے سے۔

اور اسی طرح ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے: ”ثُمَّ فِتْنَةٌ لَا يَبْقَى بَيْتٌ مِنَ
الْعَرَبِ إِلَّا دَخَلَتُهُ۔ ” [صحیح بخاری: ۳۱۷۶]

ترجمہ: پھر فتنہ اتنا تباہ کن عام ہو گا کہ عرب کا کوئی گھر باتی نہ رہے گا جو اس کی لپیٹ میں نہ آ گھیا ہو گا۔ ایک دوسری روایت میں عام الفاظ وارد ہوتے ہیں: ”وَفِتْنَةٌ تَكُونُ بَيْنَكُمْ لَا يَبْقَى

بَيْتُ مُسْلِمٍ إِلَّا دَخَلَتْهُ“۔ [سنن ابن ماجہ: ۳۰۳۲]

ترجمہ: پانچوں میں تمہارے درمیان ایک فتنہ برپا ہو گا جس سے کوئی گھر باتی نہ رہے گا جس میں وہ نہ پہنچا ہو۔

امت مسلمہ میں فتنے تو بہت آئے، مگر اب تک کے خطرناک فتنوں میں مظاہرہ سب سے بڑا خطرناک فتنہ رہا ہے، کیونکہ یہ یہود و نصاری کی سازش سے آیا ہے۔

یہودیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا إِلَّا حَرَبُ أَطْفَالَهَا اللَّهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ

الْمُفْسِدِينَ﴾ [المائدہ: ۶۳]

ترجمہ: جب کبھی وہ لڑائی کی کوئی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بمحادیتا ہے اور وہ زمین میں میں فساد کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

بڑے ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دکتور سعود الفہیسان نے مظاہرہ، آزادی، اظہار رائے اور اس جیسی بعض جمہوری چیزوں کو مشرع قرار دیا ہے، اور ان کے جواز پر ایسی دلیلوں سے استدلال کیا ہے جن کا ان مظاہروں سے دور و قریب کسی طرح کوئی واسطہ نہیں ہے، دین اسلام ان تمام فتنوں سے بری ہے۔ بلکہ انہوں نے تو ایک جگہ یہاں تک کہہ دیا ہے کہ امر بالمعروف و نهى عن المنکر کے تعلق سے وارد

تمام آیات و احادیث پر امن مظاہروں کے حق میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجْتُ لِلَّئَذِيْنَ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آتَمْتُ أَهْلَ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمْ

الفَاسِقُونَ ﴿۱۰﴾ [آل عمران: ۱۰]

ترجمہ: تم سب سے بہترامت چلے آتے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں سے کچھ مومن میں اور ان کے اکثر نافرمان میں۔

اسی طرح صحیح مسلم کی یہ روایت:

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، وَهَذَا حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ، قَبْلَ الصَّلَاةِ، مَرْوَانُ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ، فَقَالَ: الصَّلَاةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، فَقَالَ: قَدْ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكِرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقُلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَافُ الْإِيمَانِ". [صحیح مسلم: ۳۹]

ترجمہ: طارق بن شہاب سے روایت ہے، سب سے پہلے جس نے عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ شروع کیا، وہ مروان تھا (حکم کا پیٹا جو خلفاً تے بنی امیہ میں سے پہلا خلیفہ ہے) اس وقت ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: خطبہ سے پہلے نماز پڑھنی چاہئے۔ مروان نے کہا: یہ بات موقوف کر دی گئی۔ سیدنا ابو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اس شخص نے تو اپنا حق ادا کر دیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو مٹا دے اپنے ہاتھ سے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے ہی (دل میں اس کو برآجائے اور اس سے بیزار ہو) یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے۔“

اللہ تعالیٰ پاک وبالاتر ہے اس بات سے کہ وہ ایسے شیطانی مظاہروں کو معروف قرار دے، اور اسی طرح رسول اکرم ﷺ بھی اس بات سے بری ہیں کہ آپ ان مظاہروں کو معروف قرار دیں جسے صہیونی

شیخ ربيع بن ہادی المدحیلی حفظہ اللہ

7

اسلام میں مظاہروں کا حکم

یہودیوں نے اپنے ایجمنٹے کے تحت ایجاد کیا ہے۔
یقیناً یہ مظاہرے اسلام اور علمائے اسلام کی نظر میں سب سے بڑے منکرات میں سے ہیں۔

○○○○

دکتور سعود الفنیسان کے رسالہ پر چند اہم تعلیقات

○ دکتور سعود الفنیسان کہتے ہیں:

اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ كَانَ شَادٌ هُنَيْسَ: ﴿وَلَا تَقُولُوا إِلَيْنَا تَصِفُ الْأَسِنَتُ كُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُغْلِبُونَ﴾ [آل عمران: 116]

ترجمہ: اور اس کی وجہ سے جو تمہاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔

□ تعلیقیں:

یہاں پر یہ آیت پیش کر کے محترم اُن علمائے اسلام کو مراد لے رہے ہیں جو مظاہروں کو حرام کہتے ہیں۔
اس کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بیسح کر کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے اللہ کے دین کو عام و خاص اور حاکم و مکوم سب تک پہنچا دیا ہر اس وسیلے کا استعمال کر کے جوانہ ہیں میسر آیا۔

یہ کلام درست اور حق ہے، البتہ موصوف کا یہ کہنا کہ انہوں نے (سب تک پہنچا دیا ہر اس وسیلے کا استعمال کر کے جوانہ ہیں میسر آیا) یہ عمومیت ٹھیک نہیں ہے؛ اسلئے کہ وہ یہاں پر فتنہ تصویرسازی کو تمام اشکال کے ساتھ مراد لینا چاہتے ہیں (کہ یہ جائز ذریعہ ہے)، جب کہ یہ محال ہے کہ صحابہ کرام تصویرسازی کو اللہ کے دین کی تبلیغ کا وسیلہ سمجھیں۔

اسی طرح موصوف اس عمومیت میں مظاہروں کو بھی شامل کرنا چاہتے ہیں جو کہ جمہوریت کے اصول میں شامل ہے، وہ جمہوریت جو نہ اللہ کی حاکمیت کا قائل ہے اور نہ ہی اللہ کے بندوں کے مشروع حقوق کا معترض ہے۔

○ دکتور سعود الفنیسان آگے کہتے ہیں:

”یہ بات معلوم ہے کہ دعوت دین، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کافر یہ اور اللہ، اسکے رسول اور حکام و رعایا کو نصیحت کرنا ہر ملک مسلمان پر واجب ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، ہر ایک پر اسکی استطاعت کے بقدر واجب ہے، اور عالم اور طالب علم پر ایک جاہل اور عامی شخص کے مقابلے زیادہ واجب اور ذمیداری ہے۔ اسی طرح ایک حاکم اور ذمہ دار پر اسکے ماتحتوں اور رعایا کے تین دوسروں کے مقابلے زیادہ واجب ہے۔“

□ تعلیقی: میں کہتا ہوں:

بات تو بحق ہے مگر مفہوم اور سیاق غیر مناسب ہے، رسولوں کی دعوت توحید کی طرف تھی، وہ شرک و منکرات سے روکتے تھے، جن میں مظاہروں کا یہ فتنہ بھی شامل ہے، مگر موصوف انہیں فتنوں کو جائز سمجھتے ہیں، اس طرح یہ کلام اور مناسبت الگ الگ سیاق اور وادی میں ہیں۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان اپنے کتابچے کے پہلے ہی صفحے پر کہتے ہیں:

”اہل علم اور دانشوروں کے نزدیک اظہار رائے کے وسائل اجتہادی ہیں نہ کہ تو قیفی۔ اور آج کے دور میں یہ وسائل نئے نئے ہیں جو پہلے دور میں موجود نہیں تھے، جیسے کہ تصویر کشی، ڈرامہ، کارلوں اور ویڈیو گرافی وغیرہ۔ اسی طرح پر امن مظاہرے کرنا، عام میدانوں میں کانفرنسوں اور سینمازوں کا قیام، ٹیلی فون، موبائل، انٹرنیٹ، فیس بک، ٹیوٹر جیسے بہت سے جدید وسائل کا استعمال کرنا۔

اسی طرح ماضی بعید میں جو وسائل معروف تھے جیسے کتابوں کی تالیف حکمتوں اور مثالوں کو بیان کرنا، اشعار و قصیدے گوئی کرنا اور دیگر وسائل جو اس وقت معروف تھے۔ ان تمام جدید اور قدیم وسائل کو عدل و انصاف امن و سلامتی اور حق کے قیام کیلئے استعمال کر سکتے ہیں، اسی طرح انہیں وسائل کو ظلم و زیادتی اور حکام و رعایا کے درمیان

منافرت پھیلانے کیلئے بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

اگر مقصد اور ہدف نیک ہوگا تو ایسی صورت میں وسیلہ واجب یا مندوب ہوگا کیونکہ وسیلے کا حکم ہدف کا ہی حکم ہوتا ہے۔

اور اگر مقصد برا، حرام یا مکروہ ہو، تو وسیلہ بھی اسی طرح ہوگا۔ اسی لئے علماء نے یہ قاعدہ بنایا ہے: (الوسیله لحا حکم الغایۃ) یعنی وسیلہ اور ذریعہ کا وہی حکم ہوگا جو مقصد کا حکم ہے، نہ کہ وہ وضعی دستوری قانون جس میں یہ کہا گیا ہے کہ مقصد کے حصول کی خاطر کوئی بھی وسیلہ اختیار کر سکتے ہیں۔ دونوں میں وسیلہ کے اندر بہت فرق ہے؛ پہلے میں وسیلہ قرآنی آیت سے مستدل ہے جبکہ دوسرے میں کفریہ ہے۔

□ تعلیقی: میں کہتا ہوں:

① وہ اہل علم اور دانشوروں جنکے بارے میں موصوف نے کہا کہ وہ اظہار راتے کے وسائل کو

اجتہادی مانتے ہیں وہ کون لوگ ہیں؟

② آخر وہ کون سے علمائے رائخین ہیں جو مظاہروں کو شریف مقصد اور ایسے وسیلے کو جائز یا مندوب

کہتے ہیں؟

ہم نے تو ایسے علماء سے یہی کہتے سنا ہے کہ مظاہرے جائز نہیں ہیں، انکی مذمت کی ہے اور اس سے روکا ہے، ان مظاہروں کو صرف نفس پرست علمائے سوء نے ہی جائز قرار دیا ہے، وہ لوگ جو یہود و نصاری کی ہر گمراہی کے پیچھے بھاگتے نظر آتے ہیں، انہیں مگر ایوں میں سے اشتراکیت اور جمہوریت بھی ہے، اور اسی سے نکلی ہوئی دوسری چیزیں ہیں جیسے مظاہرے، احتجاج، دھرنا اور پارٹی بندی کرنا، یہ سب کے سب باطل، جہالت، ضلالت اور انحراف ہے، اسلام ان تمام امور سے پاک ہے۔

③ کیا اہل علم اور دانشوروں نے تصویر کشی، ڈرامہ، کارلوں اور ویڈیو گرافی وغیرہ، اور اسی طرح

پر امن احتجاج کو عدل و انصاف امن و سلامتی اور دعوت دین کیلئے جائز و سیلہ سمجھا ہے؟
 کیا آپ کو نہیں معلوم کہ ڈرامہ قدیم یونانی عبادت ہے جسے بت پرست قدیم یونانیوں نے اپنے
 بتول کی پرستش کیلئے ایجاد کیا تھا؟
 کیا آپ کو نہیں پتہ کہ ڈرامے جھوٹ پر مبنی ہوتے ہیں اور علمائے اسلام نے حتیٰ کہ بعض صوفیوں
 نے بھی اسے حرام قرار دیا ہے، صرف انہیں لوگوں نے اسے جائز کہا ہے جو دھوکے میں میں یا جنہیں
 اخوانیوں نے دھوکے میں رکھا ہے۔

۲) اور کیا آپ کو نہیں معلوم کہ اسلام کے اندر تصویریکشی حرام ہے، بلکہ تصویر بنانے والے کیلئے سخت
 وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اور علمائے اسلام نے اور بطور خاص اس ملک کے علماء نے اسے حرام کہا ہے، ان
 علمائے اسلام میں شیخ محمد بن ابراہیم اور شیخ ابن باز بھی شامل ہیں جو تصویریکشی کو مطلق طور پر حرام کہتے ہیں
 اور اسے میں فلوجگرافی بھی شامل ہے؟

میں چاہتا ہوں کہ اس تعلق سے صحیح دلائل پیش کر دیا جائے:

عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي دَارِ مَرْوَانَ، فَرَأَى فِيهَا تَصَاوِيرَ،
 فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ قَدَّسَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ
 ذَهَبَ يَخْلُقُ خَلْقًا كَخَلْقِي فَلَيَخْلُقُوا ذَرَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوا حَبَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوا
 شَعِيرَةً". [صحیح مسلم: ۲۱۱]

ترجمہ: سیدنا ابو زرعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مروان
 کے گھر میں گیا، وہاں تصویریں تھیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے
 آپ ﷺ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس سے زیادہ کون قصور وار ہو گا جو میری مخلوق کی طرح

بنانے کا قصد کرے اچھا بنا دیں ایک چیزوں یا ایک دانہ گیہوں کا یا جو کا۔

عن عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ سَتَرْتُ بِقِرَامٍ لَيْ عَلَى سَهْوَةِ لَيْ فِيهَا تَمَاثِيلُ، فَلَمَّا رَأَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَتَّكَهُ، وَقَالَ: "أَشَدُ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهُونَ بِخَلْقِ اللَّهِ" قَالَتْ: فَجَعَلْنَاهُ وِسَادَةً أَوْ وِسَادَتَيْنِ. [صحیح بخاری: ۵۹۵۳]

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر (غزوہ توبہ) سے تشریف لائے تو میں نے اپنے گھر کے ساتبان پر ایک پردہ لٹکا دیا تھا، اس پر تصویریں تھیں جب آپ ﷺ نے دیکھا تو اسے کھینچ کر پھینک دیا اور فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں وہ لوگ گرفتار ہوں گے جو اللہ کی مخلوق کی طرح خود بھی بناتے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر میں نے پھاڑ کر اس پردہ کی ایک یاد و توشک بنالیں۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى أَبْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: إِنِّي رَجُلٌ أُصَوِّرُ هَذِهِ الصُّورَ فَأَفْتَنِي فِيهَا؟ فَقَالَ لَهُ: اذْنُ مِنِّي فَدَنَا مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: اذْنُ مِنِّي فَدَنَا حَتَّى وَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ، قَالَ: أَنْبِئْكَ بِمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يَجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُورَةٍ صَوْرَهَا نَفْسًا فَتُعَذِّبُهُ فِي جَهَنَّمَ". وَقَالَ: إِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَاصْنِعِ الشَّجَرَ، وَمَا لَا نَفْسَ لَهُ. [صحیح مسلم: ۲۱۰]

ترجمہ: سعید بن ابی الحسن سے روایت ہے، ایک شخص عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں تصویر بنانے والا ہوں تو اس کا کیا حکم ہے بیان کیجئے مجھ سے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میرے پاس آ۔ وہ گیا، پھر انہوں نے کہا: پاس آ۔ وہ اور پاس گیا یہاں تک کہ سیدنا ابن عباس رضی

اللَّهُعِنْهُمَا نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور کہا: میں تجوہ سے کہتا ہوں وہ جو میں نے سنا ہے رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے: ”ہر ایک تصویر بنانے والا جہنم میں جاتے گا اور ہر ایک تصویر کے بدل ایک شخص جاندار بنایا جائے گا جو تکلیف دے گا اس کو جہنم میں۔“ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر تو نے ایسا ہی بنانا ہے تو درخت کی یا کسی اور بے جان چیز کی تصویر بنا۔

عن قَنَادَةَ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُمْ يَسْأَلُونَهُ وَلَا يَذْكُرُ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى سُئِلَ فَقَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا ﷺ يَقُولُ: "مَنْ صَوَرَ صُورَةً فِي الدُّنْيَا كُلَّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ". [صحیح بخاری: ۵۹۶۳]

ترجمہ: قادہ بیان کرتے تھے کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا لوگ ان سے مختلف مسائل پوچھ رہے تھے۔ جب تک ان سے خاص طور سے پوچھانہ جاتا وہ نبی کریم ﷺ کا حوالہ نہیں دیتے تھے پھر انہوں نے کہا کہ میں نے محمد ﷺ سے سنا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں مورت بنائے گا قیامت کے دن اس پر زور دالا جائے گا کہ اسے وہ زندہ بھی کرے حالانکہ وہ اسے زندہ نہیں کر سکتا۔

عَنْ أَبِي الْهَيَاجِ الْأَسْدِيِّ، قَالَ: قَالَ لِي عَلَيْهِ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: "أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ، وَلَا قَبْرًا مُّشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ". [صحیح مسلم: ۹۶۹]

ترجمہ: ابی الہیاج اسدی رحمہ اللہ نے کہا: مجھ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسے کام پر نہ بھجوں جس کام کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو بھیجا تھا کہ: کسی تصویر کو نہ چھوڑنا، مگر تم اسے مٹا دینا، اور کوئی بلند قبر تم نہ چھوڑنا، مگر اس کو زمین کے برابر کر دینا۔

مذکورہ دلیلوں کے اندر تصویر کشی کو اسکے تمام اشکال کے ساتھ حرام کر دیا گیا ہے اور تصویر کشی کرنے والوں کو سخت عذاب کی وعید میں سنائی گئی ہیں پھر آپ ان وسائل کو کیسے اجتہادی کہہ رہے ہیں؟

یہ مظاہرے خواہ پر امن ہوں یا پر امن نہ ہوں کسی بھی صورت میں اجتہادی نہیں ہو سکتے، کیونکہ ان میں فساد اور تباہی کے سوا کچھ نہیں ہے، اسلئے یہ بھی بھی جائز نہیں ہو سکتے، انہی اجتہادی مسائل میں وہی شمار کر سکتا ہے جو ہٹ دھرم اور نصوص شرعیہ کا مخالف ہو، اور ان مظاہروں کو کسی بھی حال میں اسلام کی طرف منسوب نہیں کر سکتے، کیونکہ یہ مظاہرے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے بلا واسطہ ٹکراتے ہیں، اس پر تفصیلی کلام اور اسکے حرمت کی وضاحت آگے آئے گی۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے دوسرے صفحے پر کہتے ہیں:

”اس عجلت میں مذکورہ تمام وسائل پر تفصیلی کلام ممکن نہیں ہے، اسی لئے سردست صرف ایک ہی وسیلے پر اپنے کلام کو منحصر کھوں گا، اور وہ پر امن مظاہرہ ہے، کیونکہ اس وقت اس وسیلے پر لوگ بہت زیادہ کلام کر رہے ہیں، کوئی جائز کہہ رہا ہے تو کوئی حرام، مگر دلیلوں پر مناقشہ کوئی نہیں کر رہا ہے، بطور خاص ٹیونس، مصر، لیبیا اور دیگر ملکوں میں قومی انقلابی پر امن مظاہروں کے پس منظر میں لوگ کچھ زیادہ ہی بحث کر رہے ہیں۔ ان مظاہروں میں مظاہرین نے نہ تو کسی کا خون بھایا اور نہ ہی کسی پر ہتھیار اٹھایا اور نہ ہی کسی پر ظلم کیا اور نہ ہی کسی جائیداد کو تباہ کیا۔“

□ ٹھالیپیٰ: میں کہتا ہوں:

یہ آپ سے کس نے کہا کہ ٹیونس، مصر اور لیبیا اور دیگر ملکوں میں جو مظاہرے کئے گئے وہ پر امن تھے؟ کیا آپ کو نہیں پتہ کہ صرف لیبیا میں ان مظاہروں کی وجہ سے ہزاروں معصوم جانیں لگی ہیں، ملک میں خوف و دہشت، انار کی اور خانہ جنگی کی حالت پیدا ہو گئی ہے اور بہت سے لوگ ملک سے بھاگ چکے ہیں؟ اسی طرح مصر کے اندر بھی ہزاروں افراد نے جان گتوائی ہے، قتل و خونریزی اور تباہی ملک میں عام ہوئی ہے۔

مظاہروں کی وجہ سے لوگوں کو سخت حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور ان مظاہروں کا انجمام لوگ آج بھی بھگت رہے ہیں، مستقبل میں کیا ہوتا ہے اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے صفحے پر کہتے ہیں:

”دوسرے وقفہ:

اظہار رائے کی آزادی: اظہار رائے کی آزادی ایک مسلمان کی زندگی میں اس کے بنیادی حقوق میں سے ہے، اور اس پر عبادات و معاملات میں بہت سارے شرعی احکامات منحصر ہیں۔

کسی کی اظہار رائے کی آزادی پر زیادتی کرنا ظلم اور انسانی شرافت کی پامالی ہے، ساتھ ہی دوسرے کی بندگی اور تابعداری پر لگانا ہے، جبکہ انسان آزاد پیدا ہوا ہے اور وہ اسی آزادی کے ساتھ جینے کا حق رکھتا ہے، اللہ کے سو اکسی کی بندگی پر اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا، یہاں تک کہ ایک شرعی غلام بھی اپنے آقا کی ماتحتی میں رہ کر اپنی انسانی کرامت اور شرافت کے ساتھ جینے کا حق رکھتا ہے، اور اعتقاد اور عبادات میں آزادی کا مستحق ہے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر اللہ رحم فرمائے جب آپ نے اپنے ایک گورز کا محاسبہ کرتے ہوئے اسی مفہوم کی تاکید فرمائی تھی کہ تم نے لوگوں کو کب سے غلام سمجھ لیا جبکہ ان کی ماوں سے انہیں آزاد جنا ہے؟!

اسلام کے اندر اظہار رائے کی آزادی ہی دراصل دعوت دین کی بنیاد ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَيِ الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَاونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [آل عمران: ۱۰۳]

ترجمہ: اور لازم ہے کہ تھاری صورت میں ایک ایسی جماعت ہو جو نکلی کی طرف دعوت دیں اور اتحہ کام کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور معروف و منکر کے اصول کتاب و سنت کے اندر منصوص ہیں مگر اسکی قسمیں اور تعداد انسانوں کی کثرت

کے بقدر بہت زیادہ اور متعدد ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ إِمَّا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقُهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا الْعَلَيْهِمْ يَرِدُ جَهَنَّمَ﴾ [الروم: ۳۱]

ترجمہ: خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہو گیا، اس کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا تاکہ وہ انھیں اس کا کچھ حصہ چکھائے جو انھوں نے کیا ہے، تاکہ وہ باز آجائیں۔

□ تعلیقیں: میں کہتا ہوں:

① شرعی احکامات عقل والوں پر لاگو ہوتے ہیں نہ کہ پالگلوں پر، اور بہت سے احکامات آزاد لوگوں پر لاگو ہوتے ہیں نہ کہ غلاموں پر، چنانچہ آزادی سے مراد آزاد شخصیت ہے جو کہ معروف غلامی کا ضد ہے نہ کہ اس سے مراد اظہار راستے کی آزادی ہے جسے جمہوریت کا ایک ستون مانا جاتا ہے، مثال کے طور پر جہاد اور حج کیلئے آزادی شرط ہے یعنی غلام پرنہ تو جہاد واجب ہے اور نہ ہی حج، اسی طرح زکاۃ کیلئے بھی آزادی شرط ہے یعنی غلام پر زکاۃ فرض نہیں ہے، اس لئے کہ وہ مال کا مالک نہیں ہوتا، بلکہ وہ خود کسی کی ملکیت ہوتا ہے۔ سو جن شرعی احکامات میں آزادی مطلوب ہے اس سے شخصی آزادی مراد ہے نہ کہ اظہار راستے کی آزادی، یکونکہ اسلام کے اندر اظہار راستے کی آزادی نہیں ہے، بلکہ اسکے لئے قیود و شرائط ہیں، چنانچہ اسلام میں ایسی کسی اظہار راستے کی آزادی نہیں ہے جس سے کسی فرد کو، جماعت کو یا سماج کو یا پھر رعایا اور حاکم کو نقصان پہونچے، چنانچہ جو بھی اظہار راستے کی آزادی کے نام پر باطل، جھوٹ، بدعاں و خرافات، گمراہی، ثرک، سب و شتم اور غیبت جیسے منکرات کا ارتکاب کرے اسے خاموش کر دینا عدل و انصاف کا تقاضہ ہے، یہ نہ تو ظلم و زیادتی ہے اور نہ ہی انسانی شرافت کی پامالی ہے بلکہ ان امور کا اقرار کرنا ظلم اور انسانی شرافت کی پامالی ہے۔

② اگر آپ مسلمان کی آزادی کی بات کرتے ہیں تو آپ پر ضروری ہے کہ اس پر کتاب و سنت

سے دلیل پیش کریں نہ کہ کفار ممالک سے ایکپو رٹیڈ جمہوریت سے۔

اسلام کے اندر حقیقی اور قابل احترام آزادی شریعت کے ساتھ منضبط اور مشروط ہے اور ہر طرح کے ضرر اور فساد و بگاڑ سے دور ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ يُصْلِحُ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَإِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ [الاحزاب: ۷]

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور بالکل سیدھی بات کہو۔ وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کردے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا أَتَقْرَبُ إِلَيْنَا هِيَ أَحَسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزَعُ بَيْنَهُمْ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلنَّاسِ عَدُوًّا مُّبِينًا﴾ [السراء: ۵۳]

ترجمہ: اور میرے بندوں سے کہہ دے وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو، بے شک شیطان ان کے درمیان جھکڑاڑا تا ہے۔ بے شک شیطان ہمیشہ سے انسان کا کھلا دشمن ہے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنَا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ﴾ [البقرہ: ۸۳]

ترجمہ: اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، پھر تم پھر گئے مگر تم میں سے تھوڑے اور تم منہ پھیرنے والے تھے۔

آپ دیکھیں گے کہ پہلی آیت کے اندر مونوں کو ایمان کے ساتھ خطاب کرنے کے بعد تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے، پھر اسکے معاً بعد اچھی اور بھلی بات کہنے کا حکم دیا گیا ہے، پھر اسکے بعد اصلاح عمل اور گناہوں کی بخشش

کی صورت میں تقویٰ اور بھلی بات کے فوائد بتلاتے گئے ہیں۔

جبکہ دوسری آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ اچھی اور بھلی بات کے پابند بنیں تاکہ اس سے دنیا و آخرت میں اچھے نتائج برآمد ہوں۔

اسی طرح تیسرا آیت کے اندر اچھی اور عمدہ بات کہنے کا حکم دیا گیا ہے خواہ عام گفتگو ہو یا دعوت دین کے میدان میں ہو۔

سوال یہ ہیکہ کیا ان مظاہروں اور اظہار رائے کی آزادی کا ان ربانی ہدایات سے کچھ بھی تعلق ہو سکتا ہے؟!
اللہ کی قسم! ان سب کے اندر اللہ اور اسکے رسولوں کے منبع سے کھلا اخراج اور انسانیت سے گری ہوئی رزالٹ موجود ہے۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نے قول فعل ہر ایک کے اندر فحش گوئی اور فحش کاری اور اسی طرح ظلم و زیادتی کو سخت لفظوں میں حرام قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رِبُّ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَإِلَّا ثُمَّ وَالْبَغْيُ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ [الاعراف: ۳۳]

ترجمہ: آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہرگناہ کی بات کو اور نا حق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگا دو جس کو تم جانتے نہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا جمہوریت زدہ مظاہروں اور اظہار رائے کی آزادی میں مذکورہ آیات کی پابندی کی جاتی ہے؟ جن میں اللہ کا تقویٰ، درست اور بھلی بات کی پابندی کرنا، شیطانی عمل سے دور رہنا، ظاہر اور باطن ہر

طرح کے فاحش سے اجتناب کرنا اور ظلم و زیادتی سے دور رہنا اور بلا علم اللہ کے خلاف کچھ کہنا شامل ہے۔
یقیناً جمہوریت زدہ مظاہرے ان فضائل سے دور ہیں۔

^۳ اظہار راتے کی آزادی پر آپ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک واقعہ سے استدلال کیا ہے جو کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر و بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی مصر کے بیٹے محمد بن عمرو نے ایک مصری کو کوڑے مارے اور کہا کہ میں بڑوں کی اولاد ہوں۔ حضرت عمر و بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مصری بدھی کو قید کر دیا کہ کہیں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شکایت نہ کر دے۔ ایک عرصہ کے بعد جب مصری قید سے رہا ہوا تو مدینہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا اور اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کی شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنے پاس لے گیا اور حضرت عمر و بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بیٹے محمد بن عمرو کو مدینہ بلوا بھیجا۔ جب دونوں مدینہ پہنچ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مظلوم مصری کو بلوا یا اور اس کے ہاتھ میں کوڑا دے کر فرمایا کہ اسے پکڑو اور بڑوں کی اولاد سے اپنا بدلہ لو۔ مصری نے کوڑا لیا اور بدلہ لینا شروع کر دیا۔ وہ کوڑے مار رہا تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر کوڑے پر کہتے کہ بڑے کی اولاد کو مارو۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مصری کو فرمایا کہ عمر و بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی مارو کیونکہ بیٹا تجھے ہرگز نہ مارتا اگر اسے باپ کے اقتدار کا گھمٹنہ ہوتا۔ اس نے کہا! یا امیر المؤمنین جس نے مجھے مارا تھا میں نے اس سے بدلہ لے لیا، اب میں عمر و بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں مارتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تو ان کو بھی مارتا تو ہم تمہیں نہ روکتے۔ پھر عمر و بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غضبناک لمحے میں فرمایا: اے عمرو! تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنانا شروع کر دیا ہے جبکہ ان کی ماوں نے انہیں آزاد جانا ہے۔

یہ واقعہ سند اور تن دنوں اعتبار سے ضعیف ہے:

ابن عبد الحکم نے اس واقعہ کو فتوح مصر ص: ۱۶ کے اندر ذکر کیا ہے، جس کے اندر انقطاع پایا

جاتا ہے، چنانچہ ابن عبد الحکم اور ابو عبده کے درمیان انقطاع ہے، کیونکہ انہوں نے کہیں بھی تحدیث یا سماع کی صراحت نہیں کی ہے، اور سنن کے اندر ابو عبده ضعیف ہے۔

حافظ ذہبی نے (میزان الاعتدال: ۲/۲۶۸) کے اندر کہا کہ یوسف بن عبدہ جو ثابت بنی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں حماد بن سلمہ کے سر ہیں، آگے کہتے ہیں کہ یہ منکر حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح ابن حجر نے التقریب کے اندر کہا کہ یوسف بن عبدہ ازدی ساتویں طبقے کے راوی ہیں جو کہ ضعیف ہیں۔

اور جہاں تک تن کے اندر ضعف اور نکارت کا تعلق ہے تو اس واقعے کے اندر یہ وارد ہوا ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو گالی دی ہے اور ان کے نسب میں طعن و شنیع کی ہے، جبکہ یہ بہت ہی بعید اور محال ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی ایک دوسرے جلیل القدر صحابی کے ساتھ اس طرح کا سلوک کریں!

اور دوسرے یہ کہ ایک نصرانی قبطی کو آخر اسکے حق سے زیادہ کا حکم کیسے دے سکتے ہیں وہ بھی ایک مسلمان کے خلاف اور وہ بھی ایک جلیل القدر صحابی کے خلاف؟!

تیسرا یہ کہ اس واقعے کے اندر یہ بھی وارد ہوا ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مارنے کا حکم دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آخر سیدنا عمر و بن العاص رضی اللہ عنہ کی کیا غلطی تھی، انہوں نے تو مارا بھی نہیں تھا؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ﴿وَلَا تَزِرْ وَازِرٌ وِزُرًا أُخْرَى﴾ [الانعام: ۱۶۳] کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے عادل اور انصاف پسند خلیفہ سے بعید اور محال ہے کہ آپ ایسے شخص کو بھی بد لے میں مارنے کا حکم دیں گے جس نے بالکل نہ مارا ہو۔

○ دکتور سعود افنسیان آگے صفحے پر کہتے ہیں:

”پر امن احتجاج اور مظاہرہ اظہار رائے کی آزادی کا ایک مظہر ہے، کیونکہ اس سے قوم کے چھیننے ہوتے حقوق کو واپس دلایا جاسکتا ہے اور اس پر کئے جا رہے ظلم کو روکا جاسکتا ہے، اور اسی طرح بے روزگاری، جامعات کے اندر تعلیم، اہل وطن کیلئے خوشگوار زندگی اور علاج معاہدے کی ضمانت جیسے بہت سارے مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے، اسی طرح رشوت اور کرپشن، قومی املاک کی بر بادی اور کرپٹ نظام کو وعدالت کے کھنڈرے میں لا لایا جاسکتا ہے۔ یقیناً یہ حالات وظروف کے اعتبار سے عین امر بالمعروف و نبی عن المنکر کافر یا ضمہ ہے۔“

□ تعلیقی: میں کہتا ہوں:

اگر آپ اسلام کے نام پر بات کر رہے ہیں تو اسلام اس طرح کی منطق نہیں جانتا اور نہ ہی علماء سے اسلام نے ایسی باتیں آج تک کہی ہیں۔

سوال یہ ہیکہ آخر بلادِ حرمین کے اندر قوم کے کون سے حقوق چھین لئے گئے ہیں، کہ جن کی واپسی کیلئے

آپ مظاہرہ کریں گے؟!

جہاں تک میں جانتا ہوں اور یہاں کے لوگ جانتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ جیسے ممالک کی طرح مملکت سعودی عرب اپنی عوام سے لیکر پھرا سی کوان کے اوپر خرچ نہیں کرتی بلکہ یہاں کی حکومت دیتی ہے لیتی نہیں ہے۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ دیگر ممالک اپنی عوام پر سخت اور بھاری بھر کم اور مختلف قسم کے ٹیکس لاؤ کرتے ہیں، یہاں تک کہ سیلری ٹیکس بھی لیتے ہیں، مگر جہاں پر یہ ظلم نہیں ہے، وہاں بھی اپنے ایجنسیوں کے ذریعے فساد اور انار کی پھیلانا چاہتے ہیں تاکہ آپس میں مشغول ہو کر غاصب یہودیوں سے غافل ہو جائیں، اسکے لئے وہ اپنے عظیم جمہوری ہتھیار؛ یعنی مظاہروں کا استعمال کرتے ہیں، جو جان و مال اور عقل و خرد سب کو بر باد کر دیتا ہے، اور یہود و نصاریٰ کو اسکا انجام بد اچھی طرح معلوم ہے، اسی لئے

وہ اسے مسلم ممالک میں رواج دیتے ہیں، اسلئے ضروری ہے کہ مسلمان اسکا ادراک کریں اور اپنے دین پر فخر کریں، اور عقائد و عبادات، سماجیات و اخلاقیات، سیاست و اقتصادیات ہر میدان میں اسے مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھیں کیونکہ اسی میں دنیا و آخرت ہر جگہ سعادت مندی اور کامیابی ہے۔

آپ پائیں گے کہ تنگ معیشت اور بھاری بھر کم ٹیکس کی وجہ سے امریکہ اور یورپ کے اندر لوگ سب سے زیادہ خودکشی کرتے ہیں۔ اسی طرح انہیں ملکوں کے اندر سب سے زیادہ بے روزگاری بھی پائی جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان ممالک کے اندر بندختی اور نخوت کے ساتھ اخلاقی اور سماجی اقدار کی بھی دھمکیاں خوب اڑائی جاتی ہیں، اسی طرح ان جیسے ان تمام ممالک میں شرک و کفر کے ساتھ مذکورہ تمام برائیاں پا جائیں گے جہاں شریعت کی پابندی نہیں پائی جاتی۔

ایک منصف عقلمند کو امریکہ کے حالات و ظروف کی روشنی میں مملکت سعودی عرب کا موازنہ کرنا چاہئے تاکہ اسے یہاں پر موجود تو حید و سنت اور رحمت الہی کے برکات کا اندازہ ہو جائے۔

اس ملک نے اپنی رعایا پر جو اکرام و انعام کئے ہیں ان میں سے:

ایک یہ بھی ہے کہ مملکت سعودی عرب نے پروجیکٹ برائے رہائشی ترقی **Real-Estate** قائم کیا ہے تاکہ ملک کے باشندوں کیلئے رہائش بنانے میں مدد کی جائے، چنانچہ حکومت کی طرف سے رہائش بنانے کیلئے تین لاکھ روپے کی قرض لے سکتے ہیں جسے قسطوں میں پچھیں سالوں میں بھر سکتے ہیں۔ اگر وقت پر ساری قسطوں کو بھردے گا تو پچھیں فیصد تخفیف ہو جائے گی، اگر تاخیر کیا تو پورا دینا پڑے گا۔ اور اگر ایک ساتھ جمع کر دے تو تیس فیصد تخفیف ہو جائے گی۔

اس وقت اس قرض کی مقدار کو بڑھا کر پانچ لاکھ کر دیا گیا ہے اور اب تک اس سرکاری قرض سے پورے مملکہ میں پانچ لاکھ رہائش بنائے جا چکے ہیں، اور اسکے لئے حکومت نے ڈھائی سو ارب روپے کی تاخیر کیا تو پورا دینا پڑے گا۔ اور اگر ایک ساتھ جمع کر دے تو تیس فیصد تخفیف ہو جائے گی۔

محصوص کر کھی ہے۔

اسی طرح حکومت نے کاشت کاری کی فروغ کیلئے بینک قائم کی ہے جس کے ذریعے حکومت کاشتکاروں کو قسطوں پر پیسہ قرض پر دیتی ہے، اگر وقت پر کسان پیشہ ادا کر دیتا ہے تو بیس فیصد تخفیف ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حکومت تاجرلوں کو بھی تعاون دیتی ہے تاکہ اشیاء خورد و نوش کی قیمتوں میں اضافہ نہ کیا جائے۔ اسلئے بلاد حرمین میں رہنے والوں کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں ان تمام دینی اور دنیاوی نعمتوں پر اور امن و امان نیز خوشحالی پر جنہیں اللہ نے نواز رکھا ہے، اور شاید تاریخ میں ایسی کوئی حکومت آپ کو مشکل سے ملنے جو اپنی رعایا کیلئے اس قدر مالداری اور خوشحالی کیلئے کوشش ہو۔

ہر جگہ فقراء اور مالدار، امیر اور انکے نوکر، جہلاء اور علماء، اہل خرد اور عقل سے پیدل لوگ پاتے جاتے ہیں، یہ اللہ کی سنت رہی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا﴾ [الاسراء: ۳۰]

ترجمہ: یقیناً تیرارب جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ۔ یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر اور خوب دیکھنے والا ہے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَفِرَحُوا بِالْحَيَاةِ الْدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ﴾ [الرعد: ۲۶]

ترجمہ: اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اور وہ دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے، حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں تھوڑے سے سامان کے سوا کچھ نہیں۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [العنکبوت: ۶۲]

ترجمہ: اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے اور اس کے لیے تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جانے والا ہے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَوْلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَا يَاتِ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ [الروم: ۲۷]

ترجمہ: اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ إِنَّ رَبِّيٌّ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ [سaba: ۳۹]

ترجمہ: کہہ دیجئے! کہ میرا رب اپنے بندوں میں جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ کر دیتا ہے، تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ اس کا (پورا پورا) بدله دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَتَغَوَّا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ﴾ [الشوری: ۲۷]

ترجمہ: اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق فراخ کر دیتا تو یقیناً وہ زمین میں سرکش ہو جاتے اور لیکن وہ ایک اندازے کے ساتھ اتارتا ہے، جتنا چاہتا ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور جس پر چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، یہ اسکی حکمت بالغہ ہے جس کے ذریعے وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔

اگر اسکا تنگ دست بندہ تنگ دستی پر صبر کرتا ہے تو اسکے صبر پر اللہ اسے بدله دیتا ہے اور اگر اسکا

مالدار بندہ اسکی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے اور اسکے بندوں کے حقوق کو پورا کرتا ہے تو اسے بھی بہتر بدله دیتا ہے، لیکن اگر تنگ دست بندہ بے صبر اہو کر جزع فرع کرتا ہے اور مالدار بندہ اتراتا ہے اور ناشکری کرتا ہے تو اسے سزاد دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسْمَنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ هُمَّا يَجْمَعُونَ﴾ [الزخرف: ۳۲]

ترجمہ: کیا وہ تیرے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے خود ان کے درمیان ان کی معیشت دنیا کی زندگی میں تقسیم کی اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا، تاکہ ان کا بعض، بعض، بعض کو تابع بنالے اور تیرے رب کی رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

علامہ شوکانی نے فتح القدیر: (۶۶۲ / ۲) کے اندر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

”اللہ کے قول (کیا وہ تیرے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟) سے مراد نبوت ہے یا عموم مراد ہے، اور استفہام انکاری ہے۔ پھر اللہ نے یہ واضح کیا ہے کہ اللہ ہی نے امور معیشت کو لوگوں کے درمیان تقسیم کیا ہے، جیسا کہ فرمایا: (ہم نے خود ان کے درمیان ان کی معیشت دنیائی زندگی میں تقسیم کی)، اسکی ذمہ داری مخلوق میں سے کسی کو نہیں دی ہے، معیشت کی تقسیم اور فیصلہ کرنے کا ذمہ خود لیا ہے، اور جب معاملہ ایسا ہے تو پھر نبوت کے معاملے میں وہ قانع کیوں نہیں ہوتے؟ اسی لئے امام مقاتل کہتے ہیں کہ کیا ان لوگوں کے ہاتھ میں رسالت کی بخشی ہے کہ وہ جسے چاہیں رسالت دے دیں؟“

اور آگے اللہ نے فرمایا: ”(اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا) یعنی دنیاوی امور میں بعض بعض سے افضل ہیں جیسے رزق، سرداری، طاقت، آزادی، عقل اور علم وغیرہ کے معاملے میں، پھر آگے اس افضليت کی علت بھی بيان کر دی ہے یہ کہہ کر کہ (تاکہ ان کا بعض، بعض کو تابع بنالے)، یعنی

لوگ آپس میں ایک دوسرے کو استعمال کریں، چنانچہ جو مالدار ہے وہ غریب کو استعمال کرے، جو ریس ہے وہ اپنے ماتحتوں کو استعمال کرے، طاقتوں کمزور کو، آزاد غلام کو اور اہل دانش کم عقولوں کو استعمال کریں، عام طور سے دنیاوی امور اسی طرح انجام پاتے ہیں اور اسی میں ایک دوسرے کی مصلحتیں پوری ہوتی ہیں اور ہر ایک اپنے منزل مقصود تک پہنچتا ہے، کیونکہ سارے دنیوی پیشے ایک شخص تنہا نہیں جانتا، اسی لئے ہر ایک دوسرے کا محتاج ہوتا ہے، اور اسی سے آپس میں رواداری اور مواسات و بھائی چارگی بھی بڑھتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ سعودی حکومت اپنی رعایا اور انگی بہتر معيشت کی خاطر ان کا بڑا خیال رکھتی ہے، اسی لئے یہ اسلامی حکومت کے ساتھ میں خوشگوار زندگی گزارتے ہیں۔ طرز معيشت کے ساتھ صحت عامہ کا بھی بھر پور خیال رکھتی ہے جس کیلئے ہر شہر میں اچھے اچھے ہسپتال بنوادیتے ہیں۔

آپ دیکھیں گے کہ جو اہل بدعت، نفس پرست اور حزبیت پسند ہوتے ہیں عام طور پر کرپشن، رشوں اور عہدے و منصب کی دھنس نہیں کے یہاں پائی جاتی ہے کیونکہ حکومت کی تعلیمات اور اسکے بتائے ہوئے اصولوں کو یہ نہیں تسلیم کرتے۔

میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جن مظاہروں کو آپ جائز کہہ رہے ہیں جن میں فساد اور تباہی کے سوا کچھ نہیں دکھائی دیتا انگی مشروعیت پر کیا دلالت ہیں؟

اسی طرح اسلام کے اندر اظہار راستے کی آزادی کے کیا مظاہر ہیں؟

اور کیا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ہر شخص کے ذمہ ہے یا اسکے لئے کچھ متعین شرائط ہیں؟ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے ان مظاہروں کا آخر کیا تعلق ہے جنہیں سفارنے زمین میں فساد عام مچانے کیلئے ایجاد کیا ہے؟

اور اسی طرح کیا حکام کو نصیحت کرنا ہر شخص پر واجب ہے یا اسکے لئے بھی کچھ خاص افراد ہیں اور کچھ

شر اتھ ہیں؟

میں کہتا ہوں یہ مظاہرے اور احتجاج جو جمہوریت پسندوں کے نزدیک کچھ مزعومہ حقوق کی بازیابی کیلئے وسیلہ میں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ کھلے طور پر اسلامی نصوص کے خلاف ہیں، ان میں سے چند دلائل کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِّو أَتَّبِعِ الْحَقَّ أَهُوَ أَهْمَ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُونَ﴾ [المونون: ۱۷]

ترجمہ: اور اگر حق ان کی خواہشوں کے پیچھے چلے تو یقیناً سب آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے، بگڑ جائیں، بلکہ ہم ان کے پاس ان کی نصیحت لے کر آتے ہیں تو وہ اپنی نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔

مزید اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں فرمایا: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ [البقرہ: ۱۲]

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت ڈالو تو کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ سن لو! یقیناً وہی تو فساد ڈالنے والے ہیں اور لیکن وہ نہیں سمجھتے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُدْ جَاءَتُكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخُسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ﴾ [الاعراف: ۸۵]

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی۔ پس ماپ اور توں پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم مومن ہو۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَهُلْ عَسِيْتُمْ إِنْ تَوَلَّتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقْطِعُوا أَرْجَامَكُمْ طُولَيْكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ﴾ [محمد: ۲۳]

ترجمہ: پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم حاکم بن جاؤ کہ ز میں میں فساد کرو اور اپنے رشتہوں کو بالکل ہی قطع کر دو۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی۔ پس انھیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں انہی کر دیں۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشَهِّدُ اللَّهَ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَكْلُ الْخَصَامِ طَوْلَيْكَ الَّذِينَ سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرَثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ [آل عمران: ۲۰۵]

ترجمہ: اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جس کی بات دنیا کی زندگی کے بارے میں تجھے اچھی لگتی ہے اور وہ اللہ کو اس پر گواہ بناتا ہے جو اس کے دل میں ہے، حالانکہ وہ جھگڑے میں سخت جھگڑا لو ہے۔ اور جب واپس جاتا ہے تو ز میں میں دوڑ دھوپ کرتا ہے، تاکہ اس میں فساد پھیلاتے اور کھیتی اور نسل کو بر باد کرے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

مذکورہ تمام شرعی نصوص کی مخالفت مظاہروں میں پائی جاتی ہے؛ بلکہ یہ منکر اور فساد کی سب سے بڑی قسموں میں سے ہے، اسی لئے اعداءے اسلام اسے خوشنما بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اور ان شاء اللہ آگے اس کے رد میں احادیث بھی پیش کی جائیں گی۔

۰۰۰۰

○ دکتور سعود الفنیسان آگے تیسرا اور چوتھے صفحے پر کہتے ہیں:

”تیسرا وقفہ: مسلم حکام کی اطاعت کا مسئلہ:

عادل حاکم کی اطاعت:

صحیح مسلم کے اندر وارد ہوا ہے کہ جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ اور سنن ابی داود کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللَّهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَالْجَافِي عَنْهُ وَإِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ". [سنن ابی داود: ۳۸۲۳]

ترجمہ: سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”معمر اور سن رسیدہ مسلمان کی اور حافظ قرآن کی جو نہ اس میں غلوکرنے والا ہو اور نہ اس سے دور پڑ جانے والا ہو، اور عادل بادشاہ کی عربت و تکریم دراصل اللہ کے اجلال و تکریم ہی کا ایک حصہ ہے۔

صحیح مسلم کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمِيَّةَ ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَهُوَ مَرِيضٌ، فَقُلْنَا حَدَّثْنَا: أَصْلَحَكَ اللَّهُ بِحَدِيثٍ يَنْفُعُ اللَّهُ بِهِ، سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: دَعَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَبَأْيَعْنَاهُ، فَكَانَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا: "أَنْ بَأْيَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرِهِنَا، وَعَسْرِنَا وَيُسْرِنَا، وَأَثْرَةِ عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ، قَالَ: إِلَّا أَنْ تَرْوُا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ". [صحیح مسلم: ۱۷۰۹]

ترجمہ: جنادہ بن امیہ سے روایت ہے، ہم سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ بیمار تھے۔ ہم نے کہا: بیان کرو ہم سے (اللہ تعالیٰ تم کو اچھا کرے)۔ ایسی کوئی حدیث ہے جس سے اللہ فائدے دے دے اور جس کو تم نے سنا ہو رسول اللہ ﷺ سے۔ انہوں نے کہا ہم کو بلا یار رسول اللہ ﷺ نے، ہم نے آپ سے بیعت کی اور

آپ نے جو عہد لیے ان میں یہ بھی بتایا کہ ہم بیعت کرتے ہیں بات سننے اور اطاعت کرنے پر خوشی اور ناخوشی میں، سختی اور آسانی میں اور ہماری حق تلفیاں ہونے میں اور ہم جھگڑا نہ کریں گے اس شخص کی خلافت میں جو اس کے لائق ہو ”مگر جب کھلا کفر دیکھیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس جلت ہو۔“

اسی طرح ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: "عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، إِلَّا أَنْ يُؤْمِنَ بِمَعْصِيَةِ، فَإِنْ أَمِرَّ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةٌ"۔ [صحیح مسلم:]

[۱۸۳۹]

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان پر سننا اور ماننا واجب ہے (حاکم کی بات کا) خواہ اس کو پسند ہو یا نہ ہو مگر جب حکم کیا جائے گناہ کا تو نہ سننا چاہیئے نہ ماننا چاہیئے۔“
ان نصوص کی روشنی میں ایک عادل حاکم کی اطاعت واجب ہے اگر وہ معروف اور اطاعت کے کاموں کا حکم کرے لیکن اگر معصیت کے کاموں کا حکم کرے تو ایسی صورت میں اسکی اطاعت واجب نہیں ہے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ: ”لَا طَاعَةَ لِخَلْقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ“ - غالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔ [صحیح البخاری: ۲۵۷، صحیح مسلم: ۱۸۳۰]

□ تعلیق: میں کہتا ہوں:

① سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس بات کی صراحت ہے کہ خوشی اور ناخوشی میں، سختی اور آسانی میں، اسی طرح ترجیحی صورت میں یعنی ہر حالت میں اطاعت کی جاتے گی۔
جنادہ بن امیہ سے روایت ہے، ہم سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ بیمار تھے۔ ہم نے کہا: بیان کرو ہم سے (اللہ تعالیٰ تم کو اچھا کرے)۔ ایسی کوئی حدیث ہے جس سے اللہ فائدے دے دے اور جس کو تم نے سنا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ انہوں نے کہا ہم کو بلا یار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ہم نے آپ سے بیعت کی اور آپ نے جو عہد لیے ان میں یہ بھی بتایا کہ ہم بیعت کرتے ہیں بات سننے اور اطاعت کرنے

پر خوشی اور ناخوشی میں، سختی اور آسانی میں اور ہماری حق تلفیاں ہونے میں اور ہم جھگڑا نہ کریں گے اس شخص کی خلافت میں جو اس کے لائق ہو۔ مگر جب کھلا کفر دیکھیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس جلت ہو۔ [صحیح مسلم: ۱۷۰۹]

اس اطاعت کا واجبی تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان ایک مسلم حاکم کی اطاعت ہر حالت میں کرے سوائے ایک حالت کے، اور وہ کفر صریح کی حالت ہے جس کا ارتکاب حاکم وقت علی الاعلان کرے، اس کے علاوہ تمام صورتوں میں اسکی اطاعت واجب ہے۔

ای کے قریب قریب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "عَلَيْكَ السَّمْعَ وَالطَّاعَةَ فِي عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ، وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَأَثْرَةِ عَلَيْكَ". [صحیح مسلم: ۱۸۳۶]

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تجھ پر لازم ہے سننا اور اطاعت کرنا (حاکم کی بات کا) تکلیف اور راحت میں، خوشی اور رنج میں اور جس وقت تیرا حق اور کسی کو دیں۔ [یعنی اگرچہ حاکم تمہاری حق تلفی بھی کرے اور جو شخص تم سے کم حق رکھتا ہو اس کو تمہارے اوپر مقدم کرے، تب بھی صبر اور اطاعت کرنی چاہیئے اور فساد کرنا اور فتنہ پھیلانا منع ہے۔ نووی رحمہ اللہ نے کہا: یہ اطاعت اسی صورت میں ہے جب حاکم کا حکم خلاف شرع نہ ہو اور اگر شرع کے خلاف ہو تو اطاعت نہ کرے]۔

② عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يُحَدَّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: "كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسْوِيْهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيٌّ بَعْدِي وَسَتَكُونُ خُلَفَاءُ تَكْثُرُ، قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا، قَالَ: فُوَابِيَّعَةُ الْأَوَّلِ فَأَلَّاَوِلَ وَأَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ سَأَلَهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ"- [صحیح مسلم: ۱۸۲۲]

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”بنی اسرائیل کی حکومت پیغمبر کیا کرتے تھے جب ایک پیغمبر مرتا تو دوسرا پیغمبر اس کی جگہ ہو جاتا میرے بعد تو کوئی پیغمبر نہیں

ہے بلکہ خلیفہ ہوں گے اور بہت ہوں گے لوگوں نے عرض کیا، پھر آپ ہم کو کیا حکم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس سے پہلے بیعت کرو اسی کی بیعت پوری کرو اور ان کا حق ادا کرو اللہ ان سے سمجھ لے گا جو اس نے ان کو دیا ہے۔“

③ عنْ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ”إِنَّهَا سَتَكُونُ بَعْدِي أَثْرَةً وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ تَأْمُرُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَا ذَلِكَ؟، قَالَ: تُؤَدُّونَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ وَتَسْأَلُونَ اللَّهَ الَّذِي لَكُمْ.“ [صحیح مسلم: ۱۸۳۳]

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے بعد حق تلفی ہو گی اور ایسی باتیں ہوں گی جن کو تم برا جانو گے۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر ایسے وقت میں جو رہے اس کو آپ کیا حکم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ادا کرو اس حق کو جو تم پر ہے (یعنی اطاعت اور فرمانبرداری) اور جو تمہارا حق ہے اس پر وردگار سے مانگو (کہ اللہ اس کو ہدایت کرے یا اس کو بدل کر عادل حاکم کو دے دے)۔“

④ عنْ أَسَيِّدِ بْنِ حُصَيْرٍ : ”أَنَّ رَجُلًا مِنْ الْأَنْصَارِ خَلَّ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا؟، فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثْرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ“. [صحیح مسلم: ۱۸۳۵]

ترجمہ: سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ سے ایک انصاری نے علیحدہ ہو کر کہا مجھ کو حاکم کر دیجئے جیسے آپ نے فلاں شخص کو حکومت دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرے بعد تمہاری حق تلفی ہو گی تو صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے ملوحوض کو ثرپر۔“

اس پر امام نووی نے یہ باب باندھا ہے:

بَابُ الْأَمْرِ بِالصَّابِرِ عِنْدَ ظُلْمِ الْوُلَاءِ وَاسْتِئْثَارِهِمْ: بَابُ: حَاكُمُوںَ كَهْلَمْ اُور بے جا

ترنج پر صبر کرنے کا بیان۔

۵) عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلَ سَلَمَةً بْنُ يَزِيدَ الْجُعْفِيَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ قَامَتْ عَلَيْنَا أُمَّرَاءٌ يَسْأَلُونَا حَقَّهُمْ وَيَمْنَعُونَا حَقَّنَا فَمَا تَأْمُرُنَا؟، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ؟، ثُمَّ سَأَلَهُ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ، فَجَذَبَهُ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ، وَقَالَ: "اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا فَإِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ"۔ [صحیح مسلم: ۱۸۳۶]

ترجمہ: علقمة بن واہل حضری سے روایت ہے، انہوں نے سن اپنے باپ سے کہا کہ سلمی بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا نبی اللہ! اگر ہمارے امیر ایسے مقرر ہوں جو اپنا حق ہم سے طلب کریں اور ہمارا حق نہ دیں تو آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا پھر پوچھا: جواب نہ دیا۔ پھر پوچھا تو اشعش بن قیس نے سلمہ رضی اللہ عنہ کو گھسیٹا اور کہا: ”سنو اور اطاعت کرو ان پر ان کے عملوں کا بوجھ ہے اور تم پر تمہارے اعمال کا۔“

ایک دوسری سند کے ساتھ امام مسلم نے اضافہ کرتے ہوئے یہ روایت نقل کی ہے:

فَجَذَبَهُ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا فَإِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ"۔ [صحیح مسلم: ۱۸۳۶]

ترجمہ: اس میں یہ ہے کہ انہیں اشعش بن قیس نے اپنی طرف کھینچ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سنو اور اطاعت کرو ان کے عمل ان کے ساتھ ہیں اور تمہارے عمل تمہارے ساتھ ہوں گے۔“

اور امام نووی نے اس پر یہ باب باندھا ہے:

باب فی طَاعَةِ الْأَمْرَاءِ وَإِنْ مَنَعُوا الْحُقُوقَ: بَابٌ: امرائی اطاعت کرنے کا حکم اگرچہ وہ حق تلفی ہی کریں۔

الن احادیث پر غور کریں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح فتنوں کے ہر دروازے کو بند کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کی پیشین گوئی بھی فرمائی اور انہیں فتنوں میں حکام کے جور و ظلم اور ترجیحات کی کہانی بھی بتلائی اور ایسے حالات میں صبر و تحمل کی تلقین بھی کی ہے، حقوق کے مطالبے کی خاطر خروج و بغاوت اور مظاہروں کی تعلیمیں نہیں دی ہے، جس طرح آج کے یہود و نصاری اور انکے جمہوریت زدہ پیروکار کرتے ہیں اور اس طریقے پر چلنے والے اظہار راستے کی آزادی اور جمہوریت کے نام پر تمام فتنے پرور اور فساد کے خوگر کرتے ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلا خوف و ملامت حق بات کہنے کی تلقین کی ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم ایک پوری طیب جمہوریت، مظاہرات اور فتنہ و فساد جیسے باطل تحریکات کا داعی بنیں۔ ہمارا کام یہ ہیکہ ہم تمام مسلمانوں اور انکے حکام کو اللہ کی عظمت اور اسکی اطاعت کی یاد دہانی کرائیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ہر ایک کا حساب لے گا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ﴾ [الانبیاء: ۲۷] ترجمہ: اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازوں کھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہو گا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ [الزلزال: ۷]

ترجمہ: پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

مزید ہم انہیں کتاب و سنت کی پیروی کرنے، لوگوں کے ساتھ شفقت اور نرمی سے پیش آنے کی بھی دعوت دیں گے، عدل و انصاف اور فکر آخرت کی طرف بلا تینیں گے، جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللَّهِ عَلَىٰ مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ، وَكُلُّتَا يَدِيهِ يَمِينٌ۔ الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِهِمْ وَمَا وَلُوا". [صحیح مسلم: ۱۸۲]

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عمر و رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو لوگ انصاف کرتے ہیں وہ اللہ عز وجل کے پاس منبروں پر ہوں گے پروردگار کے داہنی طرف اور اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں (یعنی باہیں ہاتھ میں جو داہنے سے وقت کم ہوتی ہے یہ بات اللہ تعالیٰ میں نہیں کیونکہ وہ ہر عیب سے پاک ہے) اور یہ انصاف کرنے والے وہ لوگ ہیں جو حکم کرتے وقت انصاف کرتے ہیں اور اپنے بال بچوں اور عزیزوں میں انصاف کرتے ہیں اور جو کام ان کو دیا جائے اس میں انصاف کرتے ہیں۔“

اسی طرح ہم یہ بھی یاد دلائیں کہ انصاف کرنے والے حاکم قیامت کے روز عرش کے ساتھ میں ہوں گے، جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے۔ چنانچہ وہ اللہ کے عذاب سے نجات ہوئے رعایا کے ساتھ انصاف سے کام لیں۔ جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ الْحَسَنِ ، قَالَ: عَادَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ زِيَادٍ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارِ الْمُزْنِيِّ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، قَالَ مَعْقِلٌ : إِنِّي مُحَدِّثٌ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، لَوْ عَلِمْتُ أَنَّ لِي حَيَاةً مَا حَدَّثْتَ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ: "مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيْهِ اللَّهُ، رَعِيَّةً يَمُوتُ، يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌ لِرَعِيَّتِهِ، إِلَّا حَرَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ". [صحیح مسلم: ۱۳۲]

ترجمہ: جسن سے روایت ہے، عبید اللہ بن زیاد، سیدنا معلق بن یسار رضی اللہ عنہ کی تیمارداری کو آیا جس بیماری میں وہ مر گئے تو سیدنا معلق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن۔ آپ ﷺ فرماتے تھے: ”کوئی بندہ ایسا نہیں جس کو اللہ تعالیٰ رعیت دے پھر وہ مرے اس حالت میں کہ وہ خیانت کرتا ہو اپنی رعیت کے حقوق میں مگر اللہ حرام کر دے گا اس پر جنت کو۔“ اسی حدیث میں ایک دوسری سند سے مروی ہے: ”مَا مِنْ أَمِيرٍ يَلِي أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصَحُ، إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ۔“ [صحیح مسلم: ۱۳۲]

ترجمہ: جو حاکم ہو مسلمانوں کا پھر ان کی بھلائی میں کوشش نہ کرے اور خالص نیت سے ان کی بہتری نہ چاہے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں نہ جائے گا۔ (بلکہ پیچھے رہ جائے گا اور اپنی نا انصافی کا عذاب بھیگتے گا)۔

یہاں دکتور سعود الفنیسان پر چند اور ملاحظات درج کئے جا رہے ہیں:

① ہم یہی کہیں گے کہ دکتور سعود الفنیسان نے عبادہ بن صامت اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں سے استفادہ کیا ہے نہیں کیا جس میں یہ وارد ہوا ہے:

عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِيتِ وَهُوَ مَرِيضٌ، فَقُلْنَا حَدَّثَنَا: أَصْلَحَكَ اللَّهُ بِحَدِيثٍ يَنْفَعُ اللَّهُ بِهِ، سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: دَعَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَبَأْيَعْنَاهُ، فَكَانَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا، “أَنْ بَأْيَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا، وَأَثْرَةِ عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ، قَالَ: إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفُرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ“۔ [صحیح مسلم: ۱۰۹]

ترجمہ: جنادہ بن امیہ سے روایت ہے، ہم سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ بیمار

تھے۔ ہم نے کہا: بیان کرو ہم سے (اللہ تعالیٰ تم کو اچھا کرے)۔ ایسی کوئی حدیث ہے جس سے اللہ فائدے دے دے اور جس کو تم نے سننا ہو رسول اللہ ﷺ سے۔ انہوں نے کہا ہم کو بلا یار رسول اللہ ﷺ سے نہ، ہم نے آپ سے بیعت کی اور آپ نے جو عہد لیے ان میں یہ بھی بتایا کہ ہم بیعت کرتے تھے میں بات سننے اور اطاعت کرنے پر خوشی اور ناخوشی میں سختی اور آسانی میں اور ہماری حق تلفیاں ہونے میں اور ہم جھگڑا نہ کریں گے اس شخص کی خلافت میں جو اس کے لائق ہو۔“ مگر جب کھلا کفر دیکھیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس جلت ہو۔“

یہ بیعت جس کا ذکر اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے تمام حالتوں میں ہر مسلمان پر واجب ہے سوائے کفر صریح کے ارتکاب کی حالت کے۔

اس میں غیر عادل حاکم کا بھی ذکر کیا گیا ہے کیونکہ عادل حاکم کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دیتا اور نہ ہی نا حق کسی کا حق مارتا ہے، بلکہ یہ غیر منصف اور ظالم ہی کرتا ہے، اس کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ نے اسکی اطاعت کو واجب کیا ہے جب تک وہ نماز قائم کرے اور کفر صریح کا علی الاعلان ارتکاب نہ کرے۔

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ صحابہ کرام کو جہاد کی راہ میں، مشکل حالات میں اور دوسروں کی ضرورت پوری کرنے میں مال خرچ کرنے پر ابھارتے تھے، اس لئے رعایا کو حکومت پر کلی اعتماد کرنے کے بجائے ضرورت ہے محنت کرنے اور دوسروں کی ضرورت میں ہاتھ بٹانے کی۔

② دکتور سعود الفینیان نے عبادہ بن صامت اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں سے عجیب مسئلہ استدلال کیا ہے اور وہ یہ کہ اطاعت صرف عادل حاکم کی واجب ہے۔ جبکہ یہ حدیثیں عادل اور غیر عادل دونوں طرح کے حکام کو شامل ہیں بشرطیکہ وہ اسلام کے دائرے میں ہوں۔

اگر ایسے ہی دکتور سعود الفینیان کی طرح شرعی نصوص سے استدلال کیا جائے گا تو پھر ان نصوص کا کیا بنے گا!

۳ ان کے علاوہ بھی کئی احادیث ایسی ہیں جن میں ظالم حکمرانوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، انہیں میں یہ حدیث بھی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِنَّهَا سَتَكُونُ بَعْدِي أَثَرَةٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ تَأْمُرُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَا ذَلِكَ؟ قَالَ: تُؤَدُّونَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ وَتَسْأَلُونَ اللَّهَ الَّذِي لَكُمْ". [صحیح مسلم: ۱۸۲۳]

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے بعد حق تلفی ہو گی اور ایسی باتیں ہوں گی جن کو تم برا جانو گے۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر ایسے وقت میں جو رہے اس کو آپ کیا حکم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ادا کرو اس حق کو جو تم پر ہے (یعنی اطاعت اور فرمانبرداری) اور جو تمہارا حق ہے اس پر ورد گار سے مانگو (کہ اللہ اس کو ہدایت کرے یا اس کو بدل کر عادل حاکم کو دے دے)۔“

لہذا جو مسلمان حاکم ہوتا ہے اسکی اطاعت واجب ہے گرچہ وہ ظالم ہو، اس منہج کی مخالفت سوائے خوارج اور یہود و نصاریٰ کی سیاست اور مغربی جمہوریت کے دلدادوں کے کوئی نہیں کرتا ہے، یہود و نصاریٰ تو چاہتے ہیں کہ جس طرح انہوں نے اپنے دین کے اندر تحریف کی ہے اسی طرح دین اسلام کے اندر بھی تحریف کر دی جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَنِ تَرْضِيَ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهُوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾ [آل بقرہ: ۱۲۰]

ترجمہ: اور تجھ سے یہودی ہرگز راضی نہ ہوں گے اور نہ نصاریٰ، یہاں تک کہ تو ان کی ملت کی پیروی کرے۔ کہہ دے بے شک اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ اور اگر تو نے ان کی خواہشات کی

پیروی کی، اس علم کے بعد جو تیرے پاس آیا ہے، تو تیرے لیے اللہ سے (چھڑانے میں) نہ کوئی دوست ہو گا اور نہ کوئی مددگار۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے مخاطب ہو کر فرمایا: ﴿وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتَنَاكَ لَقُلْ كِدْتَ تَرْكَنْ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ۝ إِذَا لَأَذْقَنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَهَابِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا﴾ [الاسراء: ۷۵]

ترجمہ: اور اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم نے تجھے ثابت قدم رکھا تو بلاشبہ یقیناً تو قریب تھا کہ کچھ تھوڑا سا ان کی طرف مائل ہو جاتا۔ اس وقت ہم ضرور تجھے زندگی کے دگنے اور موت کے دگنے (غذاب) کا مزہ چکھاتے، پھر تو اپنے لیے ہمارے خلاف کوئی مددگار نہ پاتا۔

اسلنے ہم مسلمانوں کو اعداء نے اسلام کے پیچھے چلنے سے آگاہ رہنا چاہئے۔

○○○○

○ دکتور سعود الفینیان آگے چوتھے صفحے پر کہتے ہیں:

”اور اللہ تعالیٰ نے مسلم حاکم کی اطاعت کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ جوڑ کر بیان کیا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَئِكُمْ أَنْهَاكُمْ فَإِنْ تَنَازَّ عَتْمَمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ [النساء: ٥٩]

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑ تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔

آیت کے اندر قابل غور امر یہ ہیکہ فعل (آطیعوا) کو الوالامر کے حق میں مکر رذ کرنے میں کیا گیا بلکہ صرف عطف پر اکتفا کیا گیا ہے، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حاکم کی اطاعت مطلقاً طور پر واجب نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ اس کا کوئی بھی حکم اللہ اور اسکے رسول کے حکم کے تابع ہوگا۔

□ تعلیقی: میں کہتا ہوں:

موصوف کا یہ کہنا کہ (حاکم کی اطاعت مطلقاً طور پر واجب نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ اس کا کوئی بھی حکم اللہ اور اسکے رسول کے حکم کے تابع ہوگا) اس پر چند ملاحظات ہیں:

① موصوف کے کلام سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نص شرعی کی عدم موجودگی میں بھی حاکم اپنے اجتہاد سے رعایا کی مصلحت میں کچھ نہیں کر سکتا۔ جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے حاکم کو اجتہاد کرنے کی اجازت دی ہے، بلکہ یہ واضح بھی کر دیا ہے کہ اگر اجتہاد کرنے میں درست بات کی ہی ہے تو اسے دوہر ااجر ملے گا اور اگر غلطی کرے تو ایک اجر ملے گا۔

اور بنی اکرم ﷺ نے حاکم کی اطاعت کا حکم دیا ہے اس وقت تک جب تک کہ وہ معصیت کا حکم نہ

دے۔ اسی لئے حاکم رعایا اور ملک کی مصلحت میں اجتہاد کر سکتا ہے با میں طور کے کسی شرعی نص کی مخالفت نہ ہو، اور ایسی صورت میں وہ اجر کا بھی مستحق ہو گا۔ اور یہ اجتہاد حاکم کے ساتھ علمائے امت کیلئے بھی اسی طرح جائز ہے۔

② ایک بہت ہی اہم بات جس پر علمائے اہل سنت والجماعہ متفق ہیں، بلکہ پوری تاریخ اسلام میں جس کی مخالفت کسی عالم رباني نے نہیں کی ہے وہ یہ ہیکہ ظالم حاکم کی اطاعت واجب ہے اس کے خلاف خروج و بغاوت جائز نہیں ہے، آخر اس اہم موضوع کو دکتور نے کیوں ذکر نہیں کیا خاص طور پر موجودہ پرفتن دور کے پس منظر میں؟!

③ علمائے کرام اور دانشوران قوم پر واجب ہے کہ وہ بلا دھر میں میں تو حید و اسلام اور امن و امان کی نعمت کی مخالفت کریں۔ اور یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ بلا تو حید کتاب و سنت کی تنفیذ میں دوسرا نہ تمام ممالک سے ممتاز ہے، یہاں کے مدارس و مساجد اور حاکم میں کتاب و سنت، منہج سلف اور تو حید کا دور دورہ ہے۔

④ کبیرہ گناہوں سے معصوم صرف اننبیاء و رسول ہی ہیں۔ اور جہاں تک حکام اور علماء اور دیگر امت کا تعلق ہے تو یہ سب غیر معصوم ہیں، کبیرہ اور صغیرہ تمام گناہوں کے ارتکاب کا خدشہ ہے ساتھ ہی واجبات میں کوتا ہی کا بھی امکان ہے، چنانچہ اگر حکام کی طرف سے کوئی کوتا ہی ہو جائے یا کسی غلطی کا ارتکاب ہو جائے تو ایسی صورت میں حکمت و موعظت کے ساتھ نصیحت کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اس غلطی کی نہ تو تشریک کی جائے گی اور نہ ہی اسے لیکر عوام کو بھڑکایا جائے گا اور نہ ہی مظاہرہ کیا جائے گا، اور نہ ہی یہودیت زدہ جمہوریت کے نام پر بیانات صادر کئے جائیں گے، کیونکہ ان ساری چیزوں کا دین حنیف سے کچھ بھی لینا دینا نہیں ہے؛ اسلئے کہ ان امور سے سوائے فتنوں اور بھیانک نتائج کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں جہاں تک حکمت و موعظت کے ساتھ نصیحت اور خیر خواہی کی بات ہے تو اسلام اس کا حکم دیتا ہے، جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الدِّينُ النَّصِيحةُ، قُلْنَا: مِنْ؟ قَالَ: لِلَّهِ، وَلِكِتَابِهِ، وَلِرَسُولِهِ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَعَامَّتِهِمْ". [صحیح مسلم: ۵۵]

ترجمہ: سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دین خلوص اور خیرخواہی کا نام ہے۔“ ہم نے کہا: کس کی خیرخواہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور مسلمانوں کے حاکموں کی اور سب مسلمانوں کی۔“ اور ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا وَيَسْخَطُ
لَكُمْ ثَلَاثًا يَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ
اللَّهِ جَمِيعًا، وَأَنْ تَنَاصَحُوا مَنْ وَلَاهُ اللَّهُ أَمْرَكُمْ، وَيَسْخَطُ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ،
وَإِضَاعَةُ الْمَالِ، وَكَثْرَةُ السُّؤَالِ»۔ [مسند احمد: ۲/۳۶۷]

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ خوش ہوتا ہے تین باتوں پر اور ناراض ہوتا ہے تین باتوں پر، خوش ہوتا ہے اس سے جو تم شریک نہ کرو اس کے ساتھ کسی کو، پکڑے رہو اللہ کی رسی کو (یعنی قرآن کو) اور نصیب کرو اپنے حکم کو (یعنی نیک باتیں اسے بتلاو اور بری باتوں سے بچاؤ) اور ناراض ہوتا ہے بہت باتیں کرنے سے اور مال تلف کرنے سے یعنی بے جا خرچ کرنے سے اور بہت سوال کرنے سے۔

اس حدیث سے درج ذیل فوائد مستنبط ہوتے ہیں:

① مطلوبہ طریقے سے اللہ کی عبادت کرنا واجب ہے۔

② شرک کی صغیرہ اور کبیرہ تمام قسموں سے دور رہنا۔

③ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینا، اور وہ اسلام ہے جسے تاب و سنت کی شکل میں محمد ﷺ لیکر آئے ہیں۔

④ اختلاف و انتشار سے دور ہو کر حق پر مسلمانوں کا متحد ہونا۔

⑤ مسلم حکام کو نصیحت کرنا اور حق اور نیکی کی بنیاد پر ازان کا تعاون کرنا۔

⑥ قیل و قال کی حرمت۔

⑦ مخلوق سے ایسی چیز مانگنے کی حرمت جس پر وہ قادر نہ ہوں۔

⑧ مال ضائع کرنے کی حرمت۔

ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے:

عن عِيَاض بْن غَنْمٍ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْصَحِّ لِسُلْطَانٍ بِإِمْرٍ فَلَا يُبْدِ لَهُ عَلَانِيَةً وَلَكِنْ لِيَأْخُذْ بِيَدِهِ فَيَخْلُو بِهِ فَإِنْ قَبِيلَ مِنْهُ فَذَاكَ وَإِلَّا كَانَ قَدْ أَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ لَهُ". [منhadīth: ۳/۳۰۳]

ترجمہ: سیدنا عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنائی ہے کہ جو شخص کسی معاملے میں بادشاہ کی نصیحت کرنا چاہے تو سب کے سامنے نہ کرے بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے خلوت میں لے جائے اگر بادشاہ اس کی نصیحت کو قبول کر لے تو بہت اچھا ورنہ اس کی ذمہ داری پوری ہو گئی۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ان احادیث نبویہ سے عقائد و اخلاق کے باب میں استفادہ کریں چنانچہ برے اخلاق اور غلط افکار و نظریات سے دور رہیں اور عادات و سیاست اور آداب و اطوار میں اعدائے اسلام کی تقليید کرنے سے باز رہیں۔

اور علمائے امت پر واجب ہے کہ وہ مذکورہ احادیث کی روشنی میں حکام کو نصیحت کریں کیونکہ یہی لوگ ان تک بسہولت پہنچ سکتے ہیں اور حکام انہیں کی حکمت اور مواعظ پر مبنی باتوں کو سن سکتے ہیں۔ طلبہ اور عام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ علمائے ربانیہ کا احترام کریں کیونکہ یہی انبیاء کے وارث ہیں اور اپنے مسائل میں انہیں کی طرف رجوع کریں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الْذِكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [آلہ: ۳۲] سو ذکر

والوں سے پوچھلو، اگر تم شروع سے نہیں جانتے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخُوفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولَئِكَ الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِيهِ الَّذِينَ يَسْتَبْطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضُلُّ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَا تَبْعُثُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [النساء: ۸۳]

ترجمہ: اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت تھوڑے لوگوں کے سواتم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔

○○○○

○ دکتور سعود الفینیان آگے چوتھے صفحے پر کہتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (اگر تم کسی بھی چیز میں اختلاف کر بیٹھو)۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اختلاف اور تنازعہ کبھی حاکم اور رعایا کے درمیان ہو سکتا ہے اور کبھی رعایا کے اندر بعض افراد کے درمیان تو ان دونوں صورتوں میں فیصلہ اللہ اور اسکے رسول کے پاس ہو گا یعنی کتاب و سنت کی روشنی میں۔ اور اولو الامر سے مراد ایک قول کے مطابق امراء نہیں علماء ہیں، ایسی صورت میں عوام الناس کیلئے جائز ہو گا کہ وہ بعض امور میں حکام سے جھگڑ سکتے ہیں مگر علمائے مجتہدین سے نہیں۔ بلکہ دینی احکام میں لوگ انکی طرف رجوع کریں گے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الِّذِيْكِرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [آلہ: ۳۳] سو ذکر والوں سے پوچھلو، اگر تم شروع سے نہیں جانتے۔

□ تعلییق: میں کہتا ہوں:

① موصوف کا یہ کہنا کہ اختلاف اور تنازعہ کبھی حاکم اور رعایا کے درمیان ہو سکتا ہے۔ یہ بہت عجیب لگ رہا ہے۔ کیونکہ موصوف نے تنازعہ کو حاکم اور رعایا کے درمیان یا رعایا کے بعض افراد کے درمیان خاص کر دیا ہے، جبکہ اختلاف فروعی مسائل میں علماء کے درمیان بھی پیدا ہوتے ہیں، اور اصولی مسائل میں فرقوں کے درمیان، دنیاوی معاملات میں عوام الناس اور قبائل کے درمیان، ان تمام صورتوں میں سب کو حکم ہے کہ وہ کتاب و سنت کی طرف رجوع کریں۔ مگر دکتور کا یہ کہنا کہ اختلاف اور تنازعہ کبھی حاکم اور رعایا کے درمیان ہو سکتا ہے۔ یا رعایا کے بعض افراد کے درمیان، یہ بہت عجیب لگ رہا ہے کہی جہات سے: الف: موصوف نے آیت کے عموم اور اسکے اصل مقصد کا دھیان نہیں دیا۔

ب: رعایا یا بعض افراد کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حاکم سے اس کے منصب کے تعلق سے جھگڑا کریں، جیسا کہ مذکورہ احادیث میں وارد ہوا ہے گرچہ وہ حاکم ظالم ہو، جیسا کہ سلف کا منبع ہے۔
ج: اگر حاکم وقت کسی دینی مسئلے میں غلطی کر دے تو ایسی صورت میں علماء کو حق ہے کہ وہ اسے نصیحت

کر میں، اگر یہ ذمیداری صرف عالم بھادے تو کافی ہے، اگر وہ غلطی سے رجوع کر لے تو بہتر ہے بصورت دیگر صبر سے کام لیا جائے گا۔ اور صبر میں اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت پائی جاتی ہے اور اسی میں حکمت و مصلحت مضمرا ہے۔

○○○○

○ دکتور سعود افنسیان آگے پانچویں صفحے پر کہتے ہیں:

”حاکم اور رعایا کے درمیان اکثر قانون سازی کو یکرتنازعہ کھڑا ہوتا ہے، حاکم کسی چیز کو جائز اور مصلحت سمجھتا ہے جبکہ علماء اسے ایسا نہیں سمجھتے۔

ٹوفی حنبلی اپنی کتاب (الاشارات الاصحیہ الی المباحث الاصولیہ: ۲/۲۸) کے اندر کہتے ہیں کہ اس آیت کے اندر حکم عام ہے مگر اس صورت میں خاص ہے جب لوگ بدعت اور معصیت کی طرف دعوت دیں ایسی صورت میں ان کی بات سننا جائز نہیں ہے۔ اسی لئے بہت سارے ائمہ سلف نے خلفاء کے منکر اور بدعاۃ کو ماننے سے انکار کر دیا تھا، اور یہی ائمہ سلف ہمارے لئے قدوہ ہیں اور آیت انہیں کیلئے جوت ہے۔“

□ تعلیقیہ میں کہتا ہوں:

① میں نہیں جانتا کہ موصوف کہاں کے حاکم اور رعایا کی بات کر رہے ہیں، اور کس ملک کے علماء کی بات کر رہے ہیں کہ جہاں پر تنازعہ ان کے درمیان صرف مباح اور مصالح مرسلہ کے تعلق کی سے ہوتا ہے؟! اسلئے بہتر ہے کہ جتنے زیادہ داعی ہیں انہیں سب سے پہلے انبیاء و رسول کی دعوت کو جانا چاہئے بطور خاص آخری پیغمبر محمد ﷺ کی دعوت کو جنہوں نے لوگوں کو توحید کی طرف بلا یا اور شرک سے روکا، اس وقت اکثر ممالک میں بلکہ تقریباً ہر جگہ بدعاۃ و خرافات اور شرک و کفر کا دور دورہ ہے، کتاب و سنت کے مخالف عقائد راجح ہیں، آخر یہ سیاسی داعی بطور خاص تبلیغی اور اخوانی کہاں ہیں، ان سنگین امور اور منکرات پر

خاموش کیوں ہیں، بلکہ ہم تو یہی دیکھ رہے ہیں کہ ان تنظیموں میں اکثر یہی گمراہ اور مشرک لوگ جڑے ہوتے ہیں؟!

بہر حال ایسے پرتن دوڑ میں جس ملک کے حکام کتاب و سنت پر قائم ہوں گے جیسے کہ بلا دھر میں، اور مصالح مرسلہ کے تحت کچھ ایسے نظام اور قانون بنادیں جو علماء کی نظر میں غلط ہوں تو ایسی صورت میں وہی انہیں نصیحت کرنے کے اہل ہوں گے، ایسے امور میں عوام الناس دور رہیں گے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَئْمَنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولَئِكَ الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [النساء: ۸۳]

ترجمہ: اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت تھوڑے لوگوں کے سواتم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔

پتہ چلا کہ سنت میں مسائل میں علمائے ربانیین ہی حق و باطل اور مصالح و مفاسد کے درمیان تمیز کر سکتے ہیں، عوام الناس کے دخل دینے سے فتنہ و فساد اور قتل و خونریزی کا خدشہ ہوتا ہے اور جس میں اعدائے اسلام کی خواہش پوری ہوتی ہے۔

② طوفی کا کلام معقول اور مناسب ہے بایس طور کہ انہوں نے ایسی کوئی بات نقل نہیں کی ہے جس سے معلوم ہو کہ حاکم اور عالیاً کے درمیان وہ کسی قسم کا لٹکراؤ چاہتے ہوں، اور یہ تو بحق ہے کہ حکام اگر معصیت یا بدعت کا حکم دیں گے تو ان کی اطاعت نہیں ہو گی جیسا کہ امام احمد اور دوسرے ائمہ اہل سنت والجماعہ کو خلافت عباسی کی طرف سے جب خلق قرآن کی طرف بلا یا گیا تو سب نے انکار کر دیا اور اس بدعت کا اقرار نہیں کیا۔

اس وقت عوام کا رجحان انہیں ائمہ دین کی طرف تھا سو اسے گراہ جہنمیہ اور معتزلہ کے، ائمہ اہل سنت والجماعہ اور بالخصوص امام احمد کو طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں مگر پھر بھی ان تمام سختیوں کے باوجود ائمہ دین نے نہ تو مظاہروں کی دعوت دی اور نہ ہی حکومت کے خلاف خروج و بغاوت پر لوگوں کو ابھارا، بلکہ ایسے ماحول میں صبر کو لازم پڑتا، صرف اسی لئے کہ خروج و بغاوت اور مظاہروں کا انجام قتل و خونزیزی اور تباہی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور یقیناً علمائے ربانیین اسی طرح ہوتے ہیں جو ہرزمانے میں عوام الناس کو صحیح راستے ہی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

سوال یہ ہیکہ موصوف نے نوجوانوں کو ان ائمہ دین کی راہ پر چلنے کی دعوت کیوں نہیں دی جو ظالم حکمرانوں کے ظلم پر صبر کی تلقین کرتے ہیں؟
آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر ہی کے نتیجے میں دنیا ہی کے اندر ائمہ اہل سنت والجماعہ کو عرب بخششی اور جہنمیہ و معتزلہ جیسے اہل بدعت کو ذلیل کیا، اور دوبارہ اہل سنت والجماعہ کس علم پورے عالم اسلام میں بلند ہو گیا۔

اس لئے ضروری ہے کہ فتنوں کے دور میں دعاۃ انہیں ائمہ دین کے منبع پر چلیں اور حکام کو نصیحت کرنے میں اسی طریقے اور منبع کو اپنائیں، میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ بلا دحر میں اور یہاں کی عوام کو کتاب و سنت پر قائم رکھے اور یہاں کے حکام کو نیک اور صالح مشیروں سے نوازے جو انہیں بھلائی کا مشورہ دیں اور برائی سے دور رکھیں، اللہ ہم سب کو عقیدہ منبع، اخلاق اور سیاست ہر میدان میں کتاب و سنت کی روشنی میں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرماتے۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے پانچوں اور پھٹے صفحے پر کہتے ہیں:

”پانچوال وقہ:

کیا حاکم کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ مباحثات کے باب میں کسی چیز کا حکم دے یارو کے؟
 یعنی مباحثات کے باب میں اگر حاکم کسی چیز کا حکم دے یارو کے تو کیا رعایا پر واجب ہو گا کہ اس کی بات
 مانے، مثلاً وہ کسی خاص جانور کے گوشت کھانے سے روکے، مچھلی کھانے کا حکم دے اور مرغی سے روکے، گائے
 کھانے کا حکم دے اور بکری سے روکے، ہوائی جہاز سے سفر کرنے کا حکم دے اور ٹرین کے سفر سے روکے، یا کسی
 متعین لباس کا حکم دے جیسے عقال اور شماخ، یا وہ سیاسی امور میں بات کرنے سے روکے، بھیڑ اکٹھا کرنے اور
 پر امن احتجاج کرنے سے منع کرے جس میں کہ کوئی نقصان نہیں ہوتا کیونکہ وہ کسی حق کے مطابے یا کسی فلم کے
 خلاف ہوتا ہے، شریعت میں یہ تمام امور مباح ہیں کیونکہ شریعت ان سب پر خاموش ہے، اور یہ سارے امور
 شریعت کے قاعدے (براءت اصلیہ) کے مطابق بھی ہیں، کہ جب تک امر یا نبی کی کوئی دلیل نہ ہو وہ چیز اصلاً
 مباح ہوتی ہے۔“

□ ٹھالیپیٰ: میں کہتا ہوں:

● پہلا:

سیاسی امور میں گفتگو جب جائیں، ہوا پرست، فتنہ پرور اور حزبیت پسند لوگ کرنے لگتے ہیں تو اس سے
 امت کو کافی نقصان ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخُوفِ أَذَا عُوا بِهِ وَلَوْرَدُوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُهُ لَا تَبْعَتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [النساء: ۸۳]

ترجمہ: اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ

اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جوان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت تھوڑے لوگوں کے سواتم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔

پتہ چلا کہ سیاسی امور میں گفتگو کرنے اور درپیش مسائل کو حل کرنے میں حکام دیدہ حکام اور اہل حل و عقد علماء اور دانشواران قوم ہی آگے آئیں گے، جو معاملات کی سنگینی اور انکے نتائج کو بخوبی سمجھتے ہیں۔

● دوسرا:

مظاہرات اعداء کے اسلام بیہود و نصاریٰ کی طرف سے سب سے خطرناک ایجادات میں سے ہے کیونکہ اس سے اسلام اور مسلمانوں کو سیاسی، عقدی اور سماجی ہر اعتبار سے بھی انکے نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اسی لئے امریکہ مسلم ممالک میں سیاسی ابتری پیدا کرنے کیلئے مظاہرہ اور احتجاج کے نام پر اربوں ڈالر خرچ کرتا ہے۔ اور مظاہرین کی حفاظت کے لئے باقاعدہ فوج بھیجا ہے۔

کیا اسلام اور مسلمانوں کے فائدے کیلئے امریکہ جیسے دشمن ملک اس طرح کے کام کر سکتے ہیں؟! اس لئے جو یہ کہے کہ مظاہرے پر امن ہوتے ہیں وہ ہٹ دھرم ہے، وہ دراصل مغفل نوجوانوں کو بیوقوف بنایا کر اپنے سیاسی مقاصد میں انہیں استعمال کرنا چاہتا ہے۔

چنانچہ مظاہرہ کہیں بھی ہو امریکہ میں ہو یورپ میں ہو یا کسی اور ملک میں ہر جگہ فساد اور املاک کی تباہی ہوتی ہے، بلکہ خوف و دہشت اور قتل و خونزی تک عام ہو جاتی ہے جن سے دین اسلام سختی سے روکتا ہے اور انہیں حرام کہتا ہے:

① اللہ تعالیٰ فساد فی الارض کی کسی بھی نوعیت کو پسند نہیں کرتا، دیکھیں سورہ بقرہ: ۲۰۵، سورہ مائدہ:

۱۶۳ اور سورہ اعراف: ۵۲۔

② یہ اس صبر کے منافی ہے جس کا حکم شارع نے ہمیں دیا ہے کہ حکمرانوں کے ظلم پر صبر کرو، اور

جسے تمام اہل سنت والجماعہ نے تسلیم کیا ہے، سوائے خوارج اور معزلہ کے جو ظالم حکام کے خلاف امر بالمعروف و نبی عن المنکر کے نام پر خروج و بغاوت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

③ اس کے اندر ہر طرف سے نقصان پایا جاتا ہے، آدمی اپنا بھی نقصان کرتا ہے اور دوسروں کیلئے بھی مضر ثابت ہوتا ہے، جبکہ حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَضَىٰ أَنْ: "لَا ضَرَرَ وَلَا ضَرَارَ".

ترجمہ: سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا: "کسی کو نقصان پہنچانا جائز نہیں نہ اپنانہ دوسرے کا"۔ [ابن ماجہ: ۲۳۲]

④ جن فتنوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے پیشیں گوئی فرمائی ہے ان میں یہ مظاہرے اولین درجے میں داخل ہوں گے۔ مثال کے طور پر یہ حدیث:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: "بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا، وَيُمْسِي كَافِرًا، أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا، وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيغُ دِينَهُ بِعَرَضِ مِنَ الدُّنْيَا". [صحیح مسلم: ۱۱۸]

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جلدی جلدی نیک کام کر لو ان فتنوں سے پہلے جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ہوں گے، صح کو آدمی ایماندار ہو گا اور شام کو کافر یا شام کو ایماندار ہو گا اور صح کو کافر ہو گا اور اپنے دین کو پیچ ڈالے گا دنیا کے مال کے بد لے"۔

اسی طرح یہ لمبی حدیث:

عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ، فَقَالَ: أَيُّكُمْ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ قَالُوا: يَذُكُّ الْفِتَنَ؟ فَقَالَ قَوْمٌ: نَحْنُ سَمِعْنَا، فَقَالَ: لَعَلَّكُمْ تَعْنُونَ فِتْنَةَ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَجَارِهِ؟ قَالُوا: أَجَلُ، قَالَ: تِلْكَ تُكَفِّرُهَا، الصَّلَاةُ، الصَّيَامُ، وَالصَّدَقَةُ، وَلَكِنْ أَيُّكُمْ سَمِعَ النَّبِيَّ قَالُوا: يَذُكُّ

الْفِتَنَ، الَّتِي تَمُوجُ مَوْجَ الْبَحْرِ؟ قَالَ حُذَيْفَةُ: فَأَسْكَتَ الْقَوْمُ، فَقُلْتُ: أَنَا، قَالَ: أَنْتَ لِلَّهِ أَبُوكَ، قَالَ حُذَيْفَةُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ: "تُعَرَّضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوبِ كَالْحَصِيرِ عُودًا عُودًا، فَأَيُّ قَلْبٍ أَشْرَهَا نُكَّةٌ فِيهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، وَأَيُّ قَلْبٍ أَنْكَرَهَا نُكَّةٌ فِيهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ، حَتَّى تَصِيرَ عَلَى قَلْبَيْنِ عَلَى أَبْيَضَ مِثْلِ الصَّفَا، فَلَا تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَالآخَرُ أَسْوَدُ مُرْبَادًا كَالْكُوزُ مُجَحِّيًّا، لَا يَعْرِفُ مَعْرُوفًا، وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا، إِلَّا مَا أَشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ"، قَالَ حُذَيْفَةُ وَحَدَّثُهُ: أَنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا، بَابًا مُغْلَقًا يُوشِكُ أَنْ يُكْسَرَ، قَالَ عُمَرُ: أَكْسِرْ، لَا أَبَا لَكَ، فَلَوْ أَنَّهُ فُتَحَ لَعَلَّهُ كَانَ يُعَادُ؟ قُلْتُ: لَا، بَلْ يُكْسَرُ، وَحَدَّثُهُ أَنَّ ذَلِكَ الْبَابَ رَجُلٌ يُقْتَلُ أَوْ يَمُوتُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ، قَالَ أَبُو خَالِدٍ: فَقُلْتُ لِسَعْدٍ: يَا أَبَا مَالِكٍ، مَا أَسْوَدُ مُرْبَادًا؟ قَالَ: شِدَّةُ الْبَيَاضِ فِي سَوَادٍ، قَالَ: قُلْتُ: فَمَا الْكُوزُ مُجَحِّيًّا؟ قَالَ: مُنْكُوسًا۔ [صحیح مسلم: ۱۳۳]

ترجمہ: سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ہم امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچھے تھے۔ انہوں نے کہا: تم میں سے کس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے سنائے۔ بعض لوگوں نے کہا: ہاں ہم نے سنائے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: شاید تم فتنوں سے وہ فتنے سمجھے ہو جو آدمی کو اس کے گھر بار اور مال اور ہمسارے میں ہوتے ہیں، انہوں نے کہا: ہاں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان فتنوں کا کفارہ تو نماز اور روزے اور زکوٰۃ سے ہو جاتا ہے لیکن تم میں سے کسی نے سنائے۔ ان فتنوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دریا کی موجود کی طرح امنڈ کر آئیں گے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ سن کر سب لوگ چپ ہو رہے۔ میں نے کہا: میں نے سنائے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو نے سنائے تیرا باپ۔ بہت اچھا تھا۔ کہا سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: "فتنے دلوں پر ایسے

آئیں گے کہ ایک کے بعد ایک، ایک کے بعد ایک جیسے بوریتے کی تسلیاں ایک کے بعد ایک ہوتی ہیں پھر جس دل میں وہ فتنہ رچ جاتے گا تو اس میں ایک کالا داغ پیدا ہو گا اور جو دل اس کو نہ مانے گا اس میں ایک سفید نورانی دھبہ ہو گا۔ یہاں تک کہ اسی طرح کالے اور سفید دھبے ہوتے ہوتے دو قسم کے دل ہو جائیں گے ایک تو خالص سفید دل چکنے پھر کی طرح جس کو کوئی فتنہ نقصان نہ پہنچاتے گا جب تک کہ آسمان وز میں قائم رہیں۔ دوسرے کالا سفیدی مائل یا اوندھے کوزے کی طرح جو نہ کسی اچھی بات کو اچھی سمجھتے گا، نہ بری بات کو بری مگر وہ جو اس کے دل میں بیٹھ جاتے۔ "خذيفه رضي الله عنه نے کہا: پھر میں نے سیدنا عمر رضي الله عنه سے حدیث بیان کی کہ تمہارے اور فتنے کے نیچے میں ایک دروازہ ہے جو بند ہے مگر نزدیک ہے کہ وہ ٹوٹ جاتے۔ سیدنا عمر رضي الله عنه نے کہا: کیا ٹوٹ جاتے گا تو اپنے باپ کو گم پاتے۔ اگر کھل جاتا تو شاید پھر بند ہو جاتا۔ میں نے کہا: نہیں ٹوٹ جاتے گا اور میں نے ان سے حدیث بیان کی یہ دروازہ ایک شخص ہے جو مارا جاتے گا یا مر جاتے گا۔ پھر یہ حدیث کوئی غلط (دل سے بنائی ہوئی بات) نہ تھی۔ ابو خالد نے کہا: میں نے سعد بن طارق سے پوچھا (جو اس حدیث راوی ہیں) (أَسْوَدُ مُزْبَادًا) سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا: سفیدی کی شدت سیاہی میں۔ میں نے کہا: (كَالْكُوْزِ مُجَحِّيَا) سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا: کوز اوندھا ہوا۔

⑤ اس کا شمار ان بدعاات میں ہو گا جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ ہر خطے میں کہتے تھے کہ یہ

گمراہی ہے۔

● قیسرا:

غالباً حکمرانوں کے تعلق سے جتنی بھی احادیث گزری ہیں سب میں صبر کرنے کا ہی حکم دیا گیا ہے کہیں پڑھجی خروج و بغاوت اور مظاہروں کی اجازت نہیں ہے خواہ وہ پر امن ہوں یا پر امن نہ ہوں۔ اور چونکہ یہ مظاہرے اپنے اندر فساد اور تخریب کاری لئے ہوتے ہیں تو آخر کار شریعت کیسے اسکی اجازت دے سکتی

ہے؟ اور جوان مظاہروں اور احتجاجوں کے بھی انک تناج دیکھنا چاہتا ہو تو حال ہی میں عرب بھاریہ کے نام سے بعض عرب ممالک میں کئے گئے مظاہروں اور انکے تناج پر ایک طائرانہ نظر دوڑا لے جہاں پر سیاسی اجتماعات اور پرامن مظاہروں کی اجازت تھی۔

اسلنے کسی بھی صورت میں شریعت کے اندر مظاہروں کی اجازت نہیں ہے، اگر کوئی جائز کہتا ہے تو وہ یا تو شرعی نصوص سے ناواقف ہے یا پھر تجاذب عارفانہ سے کام لے رہا ہے، اسے چاہئے کہ وہ اللہ کا خوف کھاتے۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے ساتویں صفحے پر کہتے ہیں:

”شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا کہ علمائے امت، داعیان دین اور متلاشیان حق ہمیشہ اس بات کی نصیحت کرتے رہے ہیں کہ لوگ ایسے احتجاج اور مظاہروں سے دور رہیں جن سے دعوت دین کو نقصان ہو، آپس میں اختلاف ہو اور حکام اور رعایا کے مابین تنازع پیدا ہو۔ [مجموع الفتاویٰ: ۷ / ۳۲۳]

آپ دیکھیں گے کہ شیخ نے پرامن مظاہروں پر اعتراض نہیں کیا ہے، بلکہ صرف انہیں مظاہروں سے روکا ہے جن سے فتنہ اور فساد پھیلے اور ایسے مظاہرے بلاشبہ حرام ہیں۔“

□ قلعیقیہ میں کہتا ہوں:

امام ابن باز رحمہ اللہ کے الفاظ عام ہیں جن میں تمام طرح کے مظاہرات شامل ہیں کیونکہ مظاہرہ پرامن ہو یا پرامن نہ ہو سب میں فساد کا امکان ہوتا ہے۔ اگر آپ کے نزدیک دونوں میں کچھ فرق ہوتا تو ضرور اس کا ذکر کرتے کیونکہ ضرورت کے وقت وضاحت نہ کرنا جائز نہیں ہے۔

اور آپ کے نزدیک دونوں طرح کے مظاہروں میں کوئی فرق نہیں ہے اس پر آپ کا یہ کلام

دلالت کرتا ہے: (زمی اور شفقت سے پیش آؤ، دیکھو! اللہ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو جب فرعون کے پاس بھیجا تو ہدایت کی کہ تم دونوں اس سے نرم گفتگو کرنا شاید وہ نصیحت پکڑے۔ آپ بھی جسے نصیحت کریں تو یہی معاملہ اختیار کریں۔

اور ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

"اللَّهُمَّ مَنْ وَلَيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا، فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلَيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَأَرْفَقْ بِهِ"- [صحیح مسلم: ۱۸۲۸]

ترجمہ: یا اللہ! جو کوئی میری امت کا حاکم ہو پھر وہ ان پر سختی کرے تو تو بھی ان پر سختی کر اور جو کوئی میری امت کا حاکم ہو اور وہ ان پر نرمی کرے تو بھی اس پر نرمی کر۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے:

عَنْ جَرِيرٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: "مَنْ يُحْرِمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ". [صحیح مسلم: ۲۵۹۲]

ترجمہ: سیدنا جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص زمی سے محروم ہے وہ بھلانی سے محروم ہے۔"

اور ایک دوسری حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: "إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ". [صحیح مسلم: ۲۵۹۳]

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب کسی میں زمی ہو تو اس کی زینت ہو جاتی ہے اور جب زمی نکل جائے تو عیب ہو جاتا ہے۔"

اسلئے داعیوں پر واجب ہے کہ وہ صبر و تحمل سے کام لیں اور نرم اسلوب استعمال کریں خواہ مسلمان ہوں یا افار، بطور خاص حکام کے ساتھ، یکونکہ یہ مزید نرم اسلوب کے مستحق ہیں، تاکہ وہ حق کو آسانی سے قبول

کر لیں، کیونکہ بدعت اور معصیت آسانی سے نہیں جاتی۔

اور بہتر اور نرم اسلوب قبول حق کا بہت بڑا ذریعہ ہے، جبکہ سخت اور متشدداً اسلوب تردید حق کا بہت بڑا ذریعہ ہے اس سے فتنے اور مظالم مزید بڑھتے ہیں، ہڑتاں اور فساد کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اسی میں وہ مظاہرے، سیاسی نعرے اور احتجاج بھی آتے ہیں جو اصلاح کے بجائے فساد کا باعث بنتے ہیں۔ اصلاح کا بہتر ذریعہ زیارت، ملاقات اور خط و کتابت ہے، نہ کہ مظاہرہ اور احتجاج۔ نبی اکرم ﷺ مکہ میں تیرہ سال تک رہے مگر بھی بھی ظلم و زیادتی کے خلاف خروج اور مظاہرہ نہیں کیا، اور نہ ہی املاک کی بر بادی اور سیاسی قتل کی دہمکی دی۔ کیونکہ اس سے دعوت دین کا ہی نقصان ہے، حکام اور ذمیداران وقت دعوت سے دشمنی کرنے لگیں گے۔ [مجموع الفتاویٰ: ۲/۱۶۲]

آپ یہاں دیکھ رہے ہیں کہ شیخ داعیان کو کس طرح نصیحت کر رہے ہیں:

- ① اپنی دعوت میں نرم اسلوب اختیار کریں۔
- ② مسلم اور غیر مسلم سب کے ساتھ نرم اسلوب اختیار کریں۔
- ③ اس نرم اسلوب کا حکام سب سے زیادہ مستحق ہیں۔
- ④ بہتر اسلوب قبول حق کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔
- ⑤ سخت اور متشدداً اسلوب تردید حق کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اور پھر ان متشدداً ذرائع اور وسائل میں مظاہروں اور سیاسی نعروں کو شمار کیا ہے۔
- ⑥ بہتر اسلوب کی نوعیت بیان کرتے ہوئے ملاقات زیارت اور خط و کتابت کی شکل بتائی ہے۔
- ⑦ آخر میں یہ بھی واضح کر دیا کہ مظاہروں اور سیاسی نعروں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور مثال دیکر بتایا کہ نبی اکرم ﷺ مکہ میں تیرہ سال تک رہے مگر بھی بھی ظلم و زیادتی کے خلاف خروج اور مظاہرہ نہیں کیا، اور نہ ہی املاک کی بر بادی اور سیاسی قتل کی دہمکی دی۔

اس لئے میں مطالبہ کرتا ہوں کہ دکتور سعود الفنیسان اپنے اس کلام پر معافی مانگیں یونکہ شیخ کے کلام سے آپ نے جان بوجھ کر غلط مفہوم زکار لایا ہے جس کا دور دور تک کوئی مفہوم نہیں بنتا ہے۔ اور ہر جگہ علمائے اہل سنت والجماعہ مظاہروں کو حرام کہتے ہیں بطور خاص علمائے مملکہ جن میں سرفہرست شیخ ابن باز، ابن عثیمین اور کبار علماء یکیٹی جن میں شیخ عبدالعزیز آل شیخ، شیخ صالح الفوزان، شیخ صالح اللہیڈ ان، اسی طرح شیخ البانی، مقبل وادعی، محمد علی فرکوس اور دیگر علمائے اہل سنت والجماعہ کے نام شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظاہر و باطن تمام فتنوں سے دور کھے۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے آٹھویں صفحے پر کہتے ہیں:

”چھٹا وقہ: پر امن مظاہروں کے دلائل:

۱- ان میں اصل جواز اور برامت اصلیہ پر باقی رہنا ہے یہاں تک کہ اسکی ممانعت کی کوئی خاص دلیل نہ آجائے، اور یہ ایک نیا وسیلہ ہے جس پر کوئی فساد مرتب نہیں ہوتا ہے؛ یونکہ یہ مکمل طور پر پر امن ہوتا ہے، اسی لئے جیسے ہی اس پر مفاسد مرتب ہوں گے اسی وقت ممنوع ہو جائیں گے۔

۲- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کے حق میں عتنی آیات و احادیث ہیں سب پر امن مظاہروں کی دلیل ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے ﴿كُنْتُمْ خَيْرًا مَّمَّا يُخْرِجُونَ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ أَمِنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ [آل عمران: ۱۱۰]

ترجمہ: تم سب سے بہترامت چلے آتے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں سے کچھ

مومن ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں۔

اسی طرح حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، وَهَذَا حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ، قَبْلَ الصَّلَاةِ، مَرْوَانُ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ، فَقَالَ: الصَّلَاةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، فَقَالَ: قَدْ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلْسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فِي قَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَافُ الْإِيمَانِ". [صحیح مسلم: ۲۹]

ترجمہ: طارق بن شہاب سے روایت ہے، سب سے پہلے جس نے عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ شروع کیا، وہ مروان تھا (حکم کا بیٹا جو خلفاء نے بنی امیہ میں سے پہلا خلیفہ ہے) اس وقت ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: خطبہ سے پہلے نماز پڑھنی چاہئے۔ مروان نے کہا: یہ بات موقوف کر دی گئی۔ سیدنا ابو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اس شخص نے تو اپنا حق ادا کر دیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو مٹا دے اپنے ہاتھ سے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے ہی (دل میں اس کو برآجائے اور اس سے بیزار ہو) یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے۔“

اور منکر کے خلاف تمام جوارج سے احتجاج کرنا جائز ہے، اور اس حدیث کے اندر وارد زبان اور ہاتھ پر ہر مناسب و سلیلے کو قیاس کیا جائے گا، جیسا کہ سلف اور خلف کے ہر دور میں علماء نے اپنی کتابوں میں ثابت کیا ہے اور جیسا کہ علماء نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ اگر کچھ لوگ کسی جگہ یا کسی اجتماع میں جائیں جہاں منکر ہو رہا ہو اور اسکے مٹا نے پر قادر نہ ہوں تو ان پر ضروری ہے کہ وہ وہاں سے نکل جائیں اور وہ جگہ چھوڑ دیں اور یہی منکر اور اہل منکر کے خلاف عین احتجاج ہے۔

□ **تعالیٰ ہی:** میں کہتا ہوں: آپ کا معاملہ بہت عجیب ہے:

① جناب پہلے یہ اعتراف کرتے ہیں کہ مظاہرات میں اصل جواز اور براءت اصلیہ پر باقی رہنا ہے

یہاں تک کہ اسکی ممانعت کی کوئی خاص دلیل نہ آجاتے، پھر اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ امر بالمعروف و نبی عن المنکر کے حق میں جتنی آیات و احادیث ہیں سب پر امن مظاہروں کی دلیل ہیں، اور یہ موصوف کا کھلا ہوا تضاد اور اضطراب و تناقض ہے۔

آئیے دیکھتے ہیں کہ اصولیین کے نزدیک اصل جواز اور براءت اصلیہ کسی کہتے ہیں؟

ابن قدامہ رحمہ اللہ (روضۃ الناظر مع مذکرة آصول الفقه: ص ۳۳) کے اندر کہتے ہیں:

”تیسرا قسم: مباح (جواز): اس کی تعریف یہ ہیکہ جس چیز کے کرنے اور نہ کرنے کو لیکر اللہ کی طرف سے چھوٹ ہو، اس کے کرنے والے اور نہ کرنے والے کی نہ کوئی مذمت آئی ہو اور نہ ہی تعریف کی گئی ہو، البتہ یہ مشروع ہو۔“

علامہ شدقیطی رحمہ اللہ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہ جان لیں کہ اباحت کی اصولیین کے نزدیک دو قسمیں ہیں:

● پہلی قسم: شرعی اباحت: یعنی جسے شریعت کی طرف سے جائز کیا گیا ہو، جیسے رمضان کی رات میں جماع کرنے کی اباحت، جسکی قرآن میں صراحة وارد ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ﴾ [ابقرہ: ۱۸۷]

ترجمہ: تمہارے لیے روزے کی رات اپنی عورتوں سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔

اسی اباحت کو اباحت شرعیہ کہتے ہیں۔

● دوسری قسم: اباحت عقلیہ: اسی کو اصطلاح میں براءت اصلیہ اور اباحت عقلیہ کہتے ہیں، اسی کو استصحاب بھی کہتے ہیں۔

مذکورہ دونوں اباحتوں میں فرق یہ ہیکہ اباحت شرعیہ کے ختم کرنے کو نسخ کہتے ہیں، جیسے کہ روزہ کے بد لے کھانا کھلانا جو کہ پہلے مشروع تھا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِيَّةٌ طَعَامٌ مِسْكِينٌ﴾ [البقرہ: ۱۸۲]

ترجمہ: اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔

لیکن بعد میں اسے ختم کر دیا گیا، اس عام حکم کے ذریعے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُبِّهِ﴾ [البقرہ: ۱۸۵]

ترجمہ: تم میں سے جو اس مہینے میں حاضر ہو وہ اس کا روزہ رکھے۔

اور جہاں تک اباحت عقلیہ کا تعلق ہے تو اس کے ختم ہونے کو نسخ نہیں کہیں گے، کیونکہ وہ شرعی حکم نہیں ہے بلکہ عقلی امور سے اس کا تعلق ہے۔

الف: یعنی یہ اباحت عقلیہ ہے نہ کہ شرعاً۔

ب: اور یہ اپنی اباحت پر باقی رہے گا یہاں تک کہ کوئی شرعی دلیل اسے منع کر دے۔

ج: موصوف کے بقول ان مظاہروں میں اصل اباحت اور جواز ہے جبکہ حقیقت یہ ہیکہ ان میں اصل حرمت ہے، اور اسکی حرمت پر بہت ساری دلیلیں ہیں، چنانچہ بدعات اور نئی نئی چیزوں کی ایجاد پر جتنی دلیلیں ہیں سب مظاہروں کے خلاف ہیں، اسی طرح وہ ساری آیات و احادیث جن کے اندر فساد فی الارض سے منع کیا گیا ہے، اسی طرح وہ حدیثیں جن کے اندر حکام کے ظلم و زیادتی اور انکے منکرات پر صبر کی تاکید کی گئی ہے۔

② آخر وہ کون سے قابل اعتماد علمائے اسلام ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ مظاہروں میں اصل

اباحت ہے؟

③ مظاہروں کے اندر دراصل عام طور پر حکام سے آزادی اور انسانی حقوق کے مطالبے کئے جاتے ہیں جنکی اسلام کے اندر کوئی گنجائش نہیں ہے، بلکہ اسے شور و شغب اور ہنگامہ کہہ سکتے ہیں۔

ان احادیث میں سے یہ مشہور حدیث بھی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِنَّهَا سَتَكُونُ بَعْدِي أَثْرَةٌ وَأُمُورٌ

تُنْكِرُوهَا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ تَأْمُرُ مَنْ أَذْرَكَ إِنَّا ذَلِكَ؟ قَالَ: "تُؤَدُّونَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ وَتَسْأَلُونَ اللَّهَ الَّذِي لَكُمْ". [صحیح مسلم: ۱۸۳۳]

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے بعد حق تلفی ہو گی اور ایسی باتیں ہوں گی جن کو تم برا جانو گے۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر ایسے وقت میں جو رہے اس کو آپ کیا حکم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ادا کرو اس حق کو جو تم پر ہے (یعنی اطاعت اور فرمانبرداری) اور جو تمہارا حق ہے اس پروردگار سے مانگو (کہ اللہ اس کو ہدایت کرے یا اس کو بدل کر عادل حاکم کو دے دے)۔

آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ اطلاع پہلے ہی دے دی تھی کہ بعد میں ایسے حکام آئیں گے جو رعایا پر ظلم کریں گے، مال و دولت اور عہدوں اور مناصب میں ایک دوسرے کو ترجیح دیں گے، اور جب آپ ﷺ نے صحابہ کو اس بارے میں خبر دی تو اسی وقت صحابہ نے سوال کیا کہ اس وقت ہم کیا کریں گے؟ تو آپ ﷺ نے ایسا جواب دیا تھا جس کے اندر فتنوں سے اور خون خرابے سے اجتناب کرنے کی ہدایت ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”ادا کرو اس حق کو جو تم پر ہے (یعنی اطاعت اور فرمانبرداری) اور جو تمہارا حق ہے اس پروردگار سے مانگو (کہ اللہ اس کو ہدایت کرے یا اس کو بدل کر عادل حاکم کو دے دے)۔

آپ ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ انکے خلاف خروج و بغاوت اور مظاہرہ کر کے اپنے حقوق کا مطالبة کرو، اور جس طرح انہوں نے تمہارے حقوق روک رکھے ہیں تم بھی انکے حقوق کی ادائیگی نہ کرو۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ موصوف نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ بنی اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی مظاہرے ہوتے تھے، مگر موصوف کا یہ دعویٰ باطل ہے جس کا بطلان میں نے واضح کر دیا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے انصار صحابہ سے فرمایا تھا: ”إِنَّكُمْ سَتَلْقُونَ بَعْدِي أَثْرَةً“

فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ تَلْقُونِي عَلَى الْحَوْضِ" - [صحیح مسلم: ۱۸۳۵]

ترجمہ: میرے بعد تمہاری حق تلفی ہو گی، تو صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے ملوحوض کوثر پر۔

آپ نے صحابہ کو حکام کے ظلم و زیادتی پر صرف صبر کرنے کا حکم دیا کہ اس دنیا میں صبر کرنا یہاں تک حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات ہو گی۔

آپ غور کریں کہ دین اسلام کے قیام اور رسول اکرم ﷺ کی نصرت و مدد میں انصار صحابہ کا بہت بڑا روں رہا ہے، مگر پھر بھی آپ ﷺ انہیں حکمرانوں کے خلاف کھڑا ہونے اور ان سے اختلاف کرنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں بلکہ صرف صبر کرنے کا حکم دیا ہے۔

درachiل یہی اسلام کا حکم ہے جسکی آپ ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے، اور انہیں اسلام نے اسی پر عمل کیا ہے اور اسی کو ثابت کیا ہے، سو اسے روافض اور خوارج کے کہ جو ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کیلئے مصیبت بنے ہیں اور کافروں کو چھوڑ کر ہمیشہ مسلمانوں ہی کے اندر انہوں نے قتل و خونزیزی مچائی ہے۔

ایسے ہی لوگوں سے حدیثوں کے اندر آگاہی وارد ہوئی ہے جیسے کہ ایک یہ حدیث:

عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَأَنْ أَخْرِزَ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقُولَ عَلَيْهِ مَا لَمْ يَقُلُّ، وَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ، فَإِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ: "سَيَخْرُجُ فِي أَخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِّيَّةِ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَإِذَا لَقِيْتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ عِنْدَ اللَّهِ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ" - [صحیح مسلم: ۱۰۶۶]

ترجمہ: سوید بن غفلہ نے کہا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب میں تم سے

روایت کروں رسول اللہ ﷺ سے تو اگر میں آسمان سے گر پڑوں تو اس سے بہتر ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر وہ بات باندھوں جو آپ ﷺ نے نہیں فرمائی اور جب میں تمہارے اور اپنے نیچے میں کچھ بات کروں تو جان لو کہ لڑائی میں جیلہ اور فریب روا (جاائز) ہے اب سنو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے: ”اخیر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی کہ ان کے لوگ کھمسن ہوں گے اور کم عقل بات سب مخلوقات سے اچھی کہیں گے اور قرآن ایسا پڑھیں گے کہ ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا اور دین سے ایسا نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پھر جب تم ان سے ملوتو ان کو مارو اس لیے کہ ان کے مارنے سے تم کو قیامت کے دن اللہ کے پاس سے ثواب ملے گا۔“

انہیں خوارج اور روافض کے بارے میں ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے: ”يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأُوثَانِ، يَمْرُّقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَا قُتْلَهُمْ قَتْلٌ عَادِ“۔ [صحیح مسلم: ۱۰۶۳]

ترجمہ: وہ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترتا اور اہل اسلام کو قتل کرتے ہیں اور بت پرستوں کو چھوڑ دیتے ہیں، اسلام سے ایسا نکل جاتے ہیں جیسے تیر نکل جاتا ہے شکار سے اگر میں ان کو پاتا تو ایسا قتل کرتا جیسے عاد کو باد نے بر باد کیا۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي خِلَافٌ وَفُرْقَةٌ قَوْمٌ يُحْسِنُونَ الْقِيلَ وَيُسِيءُونَ الْفِعلَ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيهِمْ يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ يَمْرُّقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرْوِقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يَرْجِعُونَ حَتَّى يَرْتَدُوا عَلَى فُوقِهِ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ

وَالْخَلِيقَةِ طُوبَى لِمَنْ قَاتَلَهُمْ وَقَتَلُوهُ يَدْعُونَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَلَيْسُوا مِنْهُ فِي شَيْءٍ مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلَى بِاللَّهِ مِنْهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا سِيمَاهُمْ قَالَ التَّحْلِيقُ” - [منhadm: ۱۳۳۸]

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا عنقریب میری امت میں اختلاف اور تفرقہ بازی ہو گی، اور ان میں سے ایک قوم ایسی نکلے گی جو قرآن پڑھتی ہو گی لیکن وہ اس کے علق سے پچھے نہیں اترے گا، تم ان کی نمازوں کے آگے اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے آگے اپنے روزوں کو تحریر سمجھو گے، وہ لوگ دین سے اسی طرح نکل جائیں گے جیسے تیرشاہر سے نکل جاتا ہے، جس طرح تیر اپنی کمان میں کبھی واپس نہیں آ سکتا یہ لوگ بھی دین میں کبھی واپس نہ آئیں گے، یہ لوگ بدترین مخلوق ہوں گے، اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو انہیں قتل کرے اور وہ اسے قتل کریں، وہ کتاب اللہ کی دعوت دیتے ہوں گے لیکن ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہو گا، جوان سے قتال کرے گا وہ اللہ کے اتنا قریب ہو جائے گا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! ان کی علامت کیا ہو گی؟ نبی ﷺ نے فرمایا ان کی علامت سر منڈوانا ہو گا۔

اور ایک روایت کے اندر ”خوارج کو کلاب النار یعنی دوزخی بتا کہا گیا ہے“ - [دیکھیں سنن ابن ماجہ: ۲۷۱]

اہل علم اور مورخین کے نزدیک یہ ثابت شدہ امر ہے کہ خوارج کی دو قسمیں ہیں:

- پہلی قسم: وہ خوارج جو توارکے ساتھ حکام اور امت کے خلاف خروج و بغاوت کرتے ہیں۔
- دوسری قسم: وہ لوگ جو حکام کے خلاف فتنوں کو ہوادیتے ہیں، بھڑکاؤ بیان دیکھ عوام کو خروج پر ابھارتے ہیں، ایسے خوارج کو قعدہ کہتے ہیں، انکا مردار عمران بن حطان کو مانا جاتا ہے جس نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قاتل ابن ملجم کی مدح و ستاش کی ہے۔

اس وقت بعض سیاسی جماعتیں ایسی موجود ہیں جو خوارج کی اسی قسم کی نمائندگی کرتی ہیں جس طرح

کہ معترزلہ کے پیر و کاربھی اس وقت پاتے جاتے ہیں۔

* میں مناسب سمجھتا ہوں کہ قعدہ خوارج کے تعلق سے بعض اہل علم کے اقوال پیش کر دیئے

جائیں:

امام ابو بکر ابیہقی (القضاء والقدر: ص ۳۳۰) کے اندر فرماتے ہیں: ”ابوالقاسم عبد الرحمن بن محمد بن القاسم الحسنی نے کہا کہ معترزلہ قعدہ خوارج ہیں، یہ جب لوگوں سے تواروں کے ذریعے لڑائی کرنے سے عاجز آگئے تو بیٹھ کر زبان سے لڑائی کرنے لگے۔“

حافظ ابن حجر نے (الاصابہ: ۵ / ۳۰۳) کے اندر کہا کہ خوارج میں اصل سرداروں میں قعدہ خوارج مانے جاتے ہیں جو دوسروں کیلئے خروج و بغاوت کو مزین کر کے پیش کرتے ہیں، مگر قتال میں خود شریک نہیں ہوتے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر نے (حدی الساری: ص ۲۵۲) کے اندر کہا کہ عمران بن حطان سدوی جو کہ ایک مشہور شاعر بھی تھا، خوارج کا ایک سردار تھا۔

ابوالعباس المبرد نے کہا کہ عمران بن حطان قعدہ خوارج میں سے تھا، یہ خوارج کا شاعر اور خطیب مانا جاتا تھا۔

آپ دیکھیں گے کہ مظاہرے قعدہ خوارج کے طریقے ہی پر شروع ہوتے ہیں، جس کے اندر فتنوں کو بھڑکایا جاتا ہے اور آپسی دشمنی کا سبب ہوتا ہے، اس کے اندر لوگوں کو اپنی مظلومیت کا احساس دلایا جاتا ہے، اور لوگوں کو آزادی، انسانی حقوق اور دیگر مرغوب مطالبات پر ابھارا جاتا ہے، اس طرح انہیں بھڑک کر سڑکوں پر لایا جاتا ہے، یا کسی میدان میں بھیڑ اکٹھائی جاتی ہے جہاں حکومت کے خلاف شور و شغب اور ہنگامہ مچایا جاتا ہے، اور اکثر مظاہرین کی طرف سے تخریب کاری کی جاتی ہے ان پر جذبات کا غلبہ ہوتا ہے

عقل و شرع سے وہ اس وقت دور ہوتے ہیں۔

اس طرح یہ دھیرے دھیرے حکومتی اہلکاروں اور سیکورٹی فورسز سے ٹکراؤ کی کیفیت پیدا کر لیتے ہیں، جس میں قتل و خونریزی، لوٹ مارا اور فتنہ و فساد کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

* دکتور سعود الفنیسان کا مظاہروں کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ نیا وسیلہ ہے اس پر مفاسد نہیں ہوتے ہیں۔ بالکل باطل کلام ہے اور واقع کے خلاف ہے، بلکہ شریعت سے متصادم ہے، کتنے ایسے مظاہرے ہوتے اور ان میں بڑے بڑے مفاسد مرتب ہوتے، تخریب کاری، تباہی، قتل و خونریزی واقع ہوتی، آپسی دشمنی پیدا ہوتی، جبکہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا: ﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾۔ [البقرہ: ۲۰۵]

چنانچہ فساد اور تخریب کاری کے جتنے بھی مظاہر ہیں قیامت تک انہیں آیات و احادیث میں منع کر دیا گیا ہے، اور اسے اصول اسلام اور عقیدے میں شامل مانا گیا ہے، اور فساد کے اعلیٰ مظاہر میں مظاہرے شامل ہیں بلکہ مظاہرے فساد کی خطرناک صورتوں میں شامل ہیں، اسکا انکار کوئی ہٹ دھرم ہی کر سکتا ہے۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے کہتے ہیں:

”امر بالمعروف و نهى عن المنكر کے تعلق سے جتنی آیات و احادیث ہیں سب پر امن مظاہروں کی دلیل ہیں۔“

□ ٹھیکانی:

- ① محترم فارمین! یہ یاد ہو گا کہ دکتور نے یہ بات کہی ہے کہ مظاہرات میں اصل اباحت ہے، اور میں نے یہ واضح کیا کہ اباحت نہیں اصل حرمت ہے۔
- ② مظاہرات کا نہ تو امر بالمعروف و نهى عن المنکر سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی آیات و احادیث سے،

حکمت پر مبنی یہ شریعت بھی بھی ایسی انارکی اور ہنگامے کو جائز نہیں کہہ سکتی جسے انجام دینے والے دنیادار، نفس پرست اور فساد و انتشار کے رسیا ہوں۔

③ مظاہرہ عرب و عجم ہر جگہ معروف ہے، جس کے اندر عام طور پر فتنہ پرور اور دنیادار قسم کے لوگ شرکت کرتے ہیں، دھوکہ میں پڑے مسلمان اور کافر ایک ساتھ ملکراپنے کچھ دنیاوی مطالبات رکھتے ہیں اور سڑکوں اور گلیوں میں گھوم گھوم کر نعرے بازی کرتے ہیں، مرد و زن کے اختلاط کے ساتھ بہت سارے منکرات کا ارتکاب کرتے ہیں، جنکی نہ تودین کے اندر کوئی جگہ ہے اور نہ ہی اخلاق و مروت انکی اجازت دیں گے۔

ان مظاہروں میں اکثر ۹۹٪ فیصد تخریب کاری اور املاک کی تباہی ہوتی ہے، لوٹ مار اور آتش زنی کا ارتکاب کیا جاتا ہے، قتل و خونریزی اور فتنہ و فساد پھیلاتے جاتے ہیں، انارکی اور ہنگامے کا دور دوڑہ ہوتا ہے، پر امن تو شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں، اور حکم اکثریت پر لگایا جاتا ہے نہ کہ شاذ و نادر پر۔

اب ایسی حالت میں ایک مسلمان اس قدر لمبا چوڑا دعویٰ کیونکر کر سکتا ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے تعلق سے جتنی آیات و احادیث ہیں سب مظاہروں کی دلیل ہیں؟

جبکہ ہم نے جتنی آیات اور احادیث کا ذکر کیا ہے اور اہل سنت والجماعہ کا منہج جمہوریت اور مظاہروں کے رد میں ہیں اور ایسے مظاہرات کی مذمت شامل ہے جو حقیقت میں فساد اور تباہی پر مبنی ہوں۔

اسکے علاوہ اگر کوئی دوسری بات کہتا ہے تو وہ کتاب و سنت کے نصوص کے خلاف ہے اور اس منہج کے بھی خلاف ہے جس پر ائمہ اسلام اور اہل سنت والجماعہ قائم ہیں۔

④ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ اصول اسلام میں سے ہے، اور اسکے اندر سب سے پہلے توحید داخل ہے، اور منکر کے اندر سب سے پہلے شرک اور بڑی بڑی بدعتیں داخل ہیں۔

تو سوال یہ ہیکہ وہ مظاہرے نے جنہیں یہود و نصاری نے ایجاد کئے ہیں کیا ان کی ترجیحات میں توحید کی

دعوت اور شرک و بدعات سے اور گمراہی سے لڑنا داخل ہے؟

اور موصوف کے کہنے کے اعتبار سے مظاہرات جو کہ دنیاوی حقیر امور پر مبنی ہوتے ہیں انہیں سب سے بڑا وجہ مانا گیا ہے۔

اسلئے میں کہوں گا کہ اسلام اور مسلمانوں کے حق میں اللہ سے ڈرو، یونکہ آپ نے مظاہرات کو مباحثات کے باب سے شریعت کا حصہ قرار دے دیا ہے، پھر ایک قدم آگے جا کر اسے مسلمانوں کیلئے سب سے بڑا وجہ بنادیا ہے، چنانچہ آپ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے متعلق ساری آیات و احادیث کو پر امن مظاہروں کی دلیل بنادیا جو کہ اللہ کی قسم۔ سب سے بڑا منکر ہے۔

اور یہ چیز معروف ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرضہ اصول اسلام میں سے ہے اور ایک بڑا فرضہ ہے، پھر ان مظاہروں کو اصول اسلام اور بڑے واجبات میں کیسے شمار کر سکتے ہیں جبکہ فی الواقع یہ بہت ہی خبیث بدعت اور بہت بڑا منکر ہے۔

⑤ مظاہرات یہود و نصاری کے بدترین اصولوں اور فریب کاریوں میں سے ایک ہے، کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ ایسی بدترین چیزوں سے اسلام کو گندای کرے۔

⑥ وہ آیات و احادیث جن کے اندر اختلاف و انتشار اور اسکے اسباب و وسائل کی مذمت وارد ہوئی ہے وہ سب مظاہرات پر منطبق ہوتی ہیں۔

⑦ وہ احادیث جن کے اندر بدعات کی مذمت وارد ہوئی ہے، ان سے آگاہ کیا گیا ہے، اور ان بدعات کو سب سے برابتاریا گیا ہے وہ ساری احادیث ان مظاہرات پر منطبق ہوتی ہیں خواہ ان مظاہروں کی شکل کچھ بھی ہو۔

آپ ﷺ تقریباً اپنے تمام خطبوں میں کہتے تھے کہ سب سے بہتر کلام اللہ کا کلام ہے اور سب سے بہتر طریقہ اسکے رسول کا طریقہ ہے، اور سب سے بری چیز دین میں ایجاد شدہ ہیں، اور ہر نئی چیز بدعت ہے

اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور یک مظاہرات سب سے بری بدعت ہیں، محمد ﷺ کا طریقہ بالکل نہیں ہے۔ یہی چیز ایک معروف حدیث میں وارد ہوئی ہے:

عن العِرَبَاضُ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ قَدْلِيلٌ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً دَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجَلتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَانَ هَذِهِ مَوْعِظَةً مُوَدِّعٍ، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ فَقَالَ: "أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُتُّي وَسُنَّةِ الْخُلُفَاءِ الْمَهْدِيَّينَ الرَّاشِدِيَّينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدُعَةٍ وَكُلَّ بِدُعَةٍ ضَلَالَةٌ". [سنابی داود: ۳۶۰]

ترجمہ: سیدنا عرباض رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک دن ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں دل موہ لینے والی نصیحت کی جس سے آنکھیں اشک بار ہو گئیں، اور دل کا نپ گئے، پھر ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ تو کسی رخصت کرنے والے کی سی نصیحت ہے، تو آپ ہمیں کیا وصیت فرمائے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، امیر کی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، خواہ وہ کوئی جخشی غلام ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ جو میرے بعد تم میں سے زندہ رہے گا عنقریب وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، تو تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کا روکار لازم پکڑنا، تم اس سے چھٹ جانا، اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا، اور دین میں نکالی گئی نئی باتوں سے پہنچتے رہنا، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

پتہ چلا کہ یہ مظاہرات ان بدعاۃ اور گمراہیوں میں سے ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے ڈرایا ہے،

اور اپنی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر چلنے اور مضبوطی کے ساتھ اسے تھامنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ مزید ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَتَتَبَعَّنَ سَنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتَّىٰ لَوْ دَخَلُوا فِي جُحْرٍ ضَبٍّ لَا تَبَعْتُمُوهُمْ، قُلُّنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَمْ يُودَ، وَالنَّصَارَىٰ، قَالَ: فَمَنْ". [صحیح مسلم: ۲۶۴۹]

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "البته تم چلو گے اگلی امتوں کی راہوں پر (یعنی گناہوں میں اور دین کی مخالفت میں نہ یہ کہ کفر کرو گے) بالشت برابر بالشت کے اور ہاتھ برابر ہاتھ کے یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں گھسیں تم بھی ان کے ساتھ گھسو گے۔" ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگلی امتوں سے مراد یہود اور نصاری ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اور کون ہیں؟"

سو یہ مظاہرے یہود و نصاری کی روشن اور انکی چال ہے، انہوں نے یہ طریقہ ایجاد کی ہے جو کتاب و سنت اور منہج اسلامی کے خلاف ہے، اس سے مزید فتنے اور تباہی پھلتی ہے، حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

"وَمَنْ سَنَ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ" - [صحیح مسلم: ۱۰۱۷]

ترجمہ: اور جس نے اسلام میں آکر بری چال ڈالی (یعنی جس سے کتاب و سنت نے روکا ہے) اس کے اوپر اس کے عمل کا بھی بارہے اور ان لوگوں کا بھی جو اس کے بعد عمل کریں بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا بار کچھ گھٹئے۔

⑧ وہ ساری آیات و احادیث جن کے اندر فساد اور تخریب کاری سے منع کیا گیا ہے وہ سب مظاہرات پر منطبق ہوتی ہیں خواہ ان مظاہرات کی شکل کچھ بھی ہو، اور اثرات کچھ بھی ہوں۔

○ دکتور سعود الفنیسان آگے آٹھویں صفحے پر کہتے ہیں:

۳۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَشْكُو جَارَهُ، فَقَالَ: "اذْهَبْ فَاصْبِرْ"، فَأَتَاهُ مَرْسَيْنِ، أَوْ ثَلَاثَةً، فَقَالَ: "اذْهَبْ فَاطْرَحْ مَتَاعَكَ فِي الطَّرِيقِ"، فَطَرَحَ مَتَاعَهُ فِي الطَّرِيقِ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَسْأَلُونَهُ فَيُخَبِّرُهُمْ خَبَرَهُ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَلْعَنُونَهُ؛ فَعَلَ اللَّهُ بِهِ وَفَعَلَ، فَجَاءَ إِلَيْهِ جَارُهُ، فَقَالَ لَهُ: ارْجِعْ لَا تَرَى مِنِّي شَيْئًا تَكْرَهُهُ". [سنن ابو داود: ۵۱۵۳]

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، اپنے پڑوی کی شکایت کر رہا تھا، آپ نے فرمایا: ”جاوے صبر کرو“ پھر وہ آپ کے پاس دوسری یا تیسرا دفعہ آیا، تو آپ نے فرمایا: ”جاوے اپنا سامان نکال کر راستے میں ڈھیر کر دو“ تو اس نے اپنا سامان نکال کر راستے میں ڈال دیا، لوگ اس سے وجہ پوچھنے لگے اور وہ پڑوی کے متعلق لوگوں کو بتانے لگا، لوگ (سن کر) اس پر لعنت کرنے اور اسے بد دعا دینے لگے کہ اللہ اس کے ساتھ ایسا کرے، ایسا کرے، اس پر اس کا پڑوی آیا اور کہنے لگا: اب آپ (گھر میں) واپس آجائیے آئندہ محج سے کوئی ایسی بات نہ دیکھیں گے جو آپ کو ناپسند ہو۔

□ ۃعلیٰ: میں کہتا ہوں:

① یاد کریں موصوف نے پہلے ہی دعویٰ کیا تھا کہ مظاہروں میں اصل اباحت ہے، اور پہلے ہی اسکی حقیقت سامنے آچکی ہے، اور یہ کہ اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

② یہ حدیث مظاہروں کے لیے دلیل بالکل نہیں ہے نہ ہی قریب سے اور نہ ہی بعید سے، مظاہروں کیلئے اس حدیث سے استدلال کرنا سخت غلو ہے۔

یونکہ مظاہرے پر استدلال کرنے سے لازم آتے گا کہ جب بھی کسی پر ظلم ہو خواہ حاکم کی طرف سے یا محاکوم کی طرف سے گرچہ وہ کمزور ہی کیوں نہ ہو، عوام پر ضروری ہو گا کہ وہ اسکے خلاف مظاہرہ کریں اور دوسرے لوگ اس پر لعنت کریں۔

اور اس نوعیت کے مظاہروں کا دعویٰ کوئی نہیں کرتا حتیٰ کہ جمہوریت کے پرستار بھی یہ نہیں کہتے اور نہ ہی اس طرح کے مظاہروں کی طرف دعوت دیتے ہیں، اسلئے اللہ کا خوف کھائیں اور احادیث نبویہ کو ایسے معانی پر محمول نہ کریں جن کے وہ متحمل نہ ہوں اور جسے عقل و شرع قبول نہ کرے، حتیٰ کہ جمہوریت اور مظاہروں کے دلدادہ بھی اسے قبول نہیں کرتے، کیونکہ اس فہم سے لازم آتے گا کہ لوگ اس طرح کے مظاہروں میں مشغول ہو کر اپنے دنیوی اور دینی مصلحتوں کو معطل کر بیٹھیں، اسلئے کہ کوئی ایسا وقت خالی نہیں ہوتا کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔

③ مذکورہ حدیث میں جس اجتماع کا ذکر ہے وہ کسی طشدہ پلان کے تحت نہیں انجام پایا تھا، اور نہ ہی ان کا یہ اکٹھا ہونا کسی حاکم کے خلاف اپنے حقوق کے مطابے کے لئے تھا، کہ جس طرح مظاہروں میں پوری تیاری کے ساتھ حاکم وقت کے خلاف کیا جاتا ہے۔ اس حدیث سے ایسا کچھ بھی سمجھ میں نہیں آرہا ہے، اس حدیث سے یہ واضح ہے کہ ایک شخص کسی شاہراہ پر عجیب طریقے سے بیٹھا ہے اور لوگ اپنے کاموں پر جاتے وقت اسے اس عجیب و غریب منظر کے ساتھ دیکھ کر اسکے پاس رک جاتے ہیں، اور اس سے سوال کرتے ہیں اس طرح یکے بعد دیگر لوگ آتے رہتے ہیں اور اسکے پڑوں کی طرف سے تکلیف دینے پر نکیر کر کے اور اس کو برا بھلا کہہ کر چلے جاتے ہیں، جس سے واضح ہوتا ہے کہ مظاہروں جیسا یہاں کوئی مسئلہ نہیں ہے، یہاں کوئی با مقصد بھیڑ نہیں ہے۔ ہم کلام نبوی کے معنی میں اس طرح کی تحریف سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اور آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ سے پہلے علمائے اسلام میں آخر وہ کون سے فقہاء و محدثین میں جنہوں نے مذکورہ حدیث سے اس طرح کی فقاہت کی ہے؟

○○○○

○ دکتور سعود الفہیسان آگے آٹھویں اور نویں صفحے پر کہتے ہیں:

۸- عَنْ إِيَّاسٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي ذَبَابٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَا تَضْرِبُوا إِمَاءَ اللَّهِ"، فَجَاءَ عُمَرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: ذَئْرُنَ النِّسَاءَ عَلَى أَزْوَاجِهِنَّ، فَرَخَّصَ فِي ضَرْبِهِنَّ، فَأَطَافَ بِالِّرَسُولِ اللَّهِ ﷺ نِسَاءً كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "لَقَدْ طَافَ بِالِّرَسُولِ اللَّهِ ﷺ نِسَاءً كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ، لَيْسَ أُولَئِكَ بِخِيَارِكُمْ". [سنابی داود: ۲۱۳۶]

ترجمہ: سیدنا ایاس بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی بندیوں کو نہ مارو، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: (آپ کے اس فرمان کے بعد) عورتیں اپنے شوہروں پر دلیر ہو گئی ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں مارنے اور تادیب کی رخصت دے دی، پھر عورتیں اپنے شوہروں کی شکایتیں لے کر ازواج مطہرات کے پاس پہنچنے لگیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کی شکایتیں لے کر محمد کے گھروں کے پاس پہنچ رہی ہیں، یہ (مار پیٹ کرنے والے) لوگ تم میں بہترین لوگ نہیں ہیں۔"

عہد نبوی میں عورتوں کا ایک ہی رات میں اس تعداد کے ساتھ اپنے شوہروں کی شکایت کرنے کیلئے نکلتا کیا یہ پر امن احتجاج نہیں ہے؟! آخر اگر عورتیں اس وقت جماعت کی شکل میں کم یا زیادہ کسی بھی تعداد میں وزارت داخلہ یا وزارت عدل یا دادالت یادار الاقناء کے پاس نکل کر آئیں اور نو کری کام طالبہ کریں یا اپنے سرپرستوں کے ظلم کے خاتمے کام طالبہ کریں، وہ سرپرست جو انہیں شادی کرنے سے روکتے ہیں، یا اپنے بچوں اور شوہروں کے چھوڑ دیئے کام طالبہ کریں جنہیں ناحق جیلوں میں رکھا گیا ہے یا جن کے خلاف کوئی مقدمہ ہی نہیں قائم کیا گیا!! اور جب یہ عورتوں کے حق میں جائز ہے اور وہ بھی عہد نبوی میں تو پھر یہی چیز مردوں کیلئے کیوں جائز نہیں ہو گی؟ اسلئے حق بات کہو، اللہ آپ کی حفاظت فرمائے۔

□ ﴿عَلَيْقِي﴾ میں کہتا ہوں:

① میں سمجھتا ہوں کہ مذکورہ روایت سے استدلال کر کے موصوف ایسے مظاہروں کی دعوت دے رہے ہیں جس کی نظریہ دنیا میں ملے گی، اور میں یہ بھی نہیں سمجھتا کہ اب تک کسی نے اس طرح استدلال کیا

ہو جس طرح موصوف نے کہیا ہے، آپ سوچیں کہ اگر یہ جناب وزیر یا قاضی یا مفتی ہوتے اور ان کے خلاف اس طرح کا ہنگامہ کیا جاتا جس طرح آج کل ہوتا ہے تو کیا یہ اسے قبول کرتے؟

② اس روایت کی بنیاد ایساں بن عبد اللہ دوی نامی شخص پر ہے، جنکے صحابی ہونے میں اختلاف ہے، ابو حاتم اور ابو زرعہ نے اس روایت کی سند کو دیکھ کر بظاہر انکے صحابی ہونے کا فیصلہ کیا ہے، جبکہ اس سند واحد پر امام احمد، امام بخاری اور ابن حبان قانع نہیں ہوتے اور انکے صحابی ہونے سے انکار کیا ہے، اور کچھ محدثین نے انکی صحابیت کو مختلف بتایا ہے جیسے کہ امام ذہبی اور حافظ ابن حجر اور کسی پہلو کو راجح نہیں کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں نقل کیا ہے کہ انکی صحبت میں اختلاف ہے، بلکہ امام احمد، امام بخاری اور ابن حبان نے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ وہ صحابی نہیں ہیں، اور اسی لئے امام احمد نے اپنے مسند میں انکی کوئی حدیث نقل نہیں کی ہے، اور ابن حبان نے انکا نام ثقہ تابعین میں نقل کیا ہے، جیسا کہ ابن حجر نے التقریب میں ذکر کیا ہے۔

اور حافظ ابن حجر کا اس روایت کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کی سند صحیح ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اسکی سند ایساں بن عبد اللہ بن ابی ذباب دوی تک صحیح ہے، نہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک۔

اسلئے میرے نزدیک راجح یہی ہے کہ ایساں کیلئے صحبت ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ علماء نے کسی کے صحابی ہونے کیلئے کچھ اصول طے کئے ہیں جیسا کہ امام ابن حجر نے الاصابہ: ۱/۱۲ پر لکھا ہے:

دوسری فصل: کسی شخص کے صحابی ہونے کیلئے چند چیزوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے:

پہلی چیز: تو اتر سے ثابت ہو کہ وہ صحابی ہے۔

دوسری چیز: اس کا صحابی ہونا مشہور ہو۔

تیسرا چیز: کسی صحابی سے مردی ہو کہ اسے صحبت حاصل ہے۔ یا کم از کم کسی تابعی سے منقول ہو۔

چوتھی چیز: اگر اس کی عدالت اور معاصرت ثابت ہو تو وہ خود کہے کہ میں صحابی ہوں۔

جبکہ عدالت کی بات ہے تو اس کی تاکید علامہ آمدی وغیرہ نے کی ہے، یونکہ اس کا یہ کہنا کہ میں صحابی ہوں اس سے عدالت کا اثبات لازم آتا ہے، اس لئے کہ سارے صحابہ عادل ہیں۔

میں کہتا ہوں:

ایساں کے صحابی ہونے کے تعلق سے مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے، نہ ہی تو اتر کے ذریعے نہ ہی شہرت کے ذریعے، نہ ہی کسی صحابی یا کسی تابعی نے انکے صحابی ہونے کی گواہی دی ہے۔
اسلئے میں کہوں گا:

① اس حدیث سے مظاہروں کے جواز پر استدلال کرنا باطل ہے، خواہ وہ پر امن ہوں یا پر امن نہ ہوں، یونکہ یہ حدیث ضعیف ہے، اسی طرح یہ حدیث جس طرح مظاہرہ کرنے پر دلالت نہیں کرتی اسی طرح کسی بھی اکٹھا ہونے پر بھی دلالت نہیں کرتی ہے خواہ وہ بھیڑ یا مقصد ہو یا یا مقصد نہ ہو۔

اس حدیث سے زیادہ یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ کچھ عورتیں انفرادی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے شوہروں کی شکایت کرنے آئیں، ایک آتی اور وہ شکایت کر کے چلی جاتی پھر دوسری آتی اور شکایت کر کے چلی جاتی، ہم اس سے آج کے ان مظاہروں پر کیسے استدلال کر سکتے ہیں جن میں کم از کم بھیڑ، ہنگامہ، انارکی اور نعرے بازی ہوتی ہے اور یہ سب کچھ کسی میدان چورا ہے یا شاہراہ عام پر ہوتا ہے۔

② اس حدیث سے اس قسم کا گھٹیا استدلال کرنا خود نبوی دور کو بدنام کرنے جیسا ہے، وہ دور جو کہ اس طرح کے ہنگاموں، نعروں اور یہود کے مکروہ چال سے پاک تھا۔ اور جو کہ نبوی منہج اور طریقے کے بالکل خلاف ہے۔
بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کے بعد دکتور سعود الفہیسان یورپین طرز پر مظاہروں کی دعوت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ آخر کیا فرق ہے کہ آج عورتیں تھوڑی یا زیادہ تعداد میں نکل کر وزارت داخلہ، وزرات عدل یا عدالت یادار الافتاء کے پاس جمع ہوں، اور نوکری کیلئے مطالبہ کریں یا اپنے سر پرستوں کے ظلم کے خاتمے کا مطالبہ کریں وہ سر پرست جوانہیں شادی کرنے سے روکتے ہیں یا اپنے

بچوں اور شوہروں کے چھوڑ دینے کا مطالبہ کر میں جنہیں ناقص جیلوں میں رکھا گیا ہے یا جن کے خلاف کوئی مقدمہ ہی نہیں قائم کیا گیا! اور جب یہ عورتوں کے حق میں جائز ہے اور وہ بھی عہد نبوی میں تو پھر یہی چیز مزدوج کیلئے کیوں جائز نہیں ہو گی؟ اسلئے حق بات کہو، اللہ آپ کی حفاظت فرمائے۔

میں کہتا ہوں:

وصوف اس کلام کے ذریعے جزیرہ عرب کے اندر ایسے خطرناک اعمال کی طرف دعوت دے رہے ہیں جونہ تو دور جاہلیت میں پایا جاتا تھا اور نہ ہی زمانہ اسلام میں بھی پایا گیا ہے، آخر کون سا با غیرت مسلمان ہو گا جو اپنی بیوی، بہن یا بیٹی کو اجازت دے گا کہ وہ اس طرح کے ہنگاموں میں شریک ہو جو اسلامی طور طریقے کے خلاف ہے وہ اسلامی طور طریقہ جو عورتوں کو پرداہ کرنے، گھروں میں رہنے، حیاء کرنے، پا کیزگی اختیار کرنے، آواز کو پست رکھنے اور زگا ہوں کو پنجی رکھنے کا حکم دیتا ہو؟ اور کیا ایسے نسوانی مظاہروں کو فاسق و فاجر نوجوانوں سے پاک رہنے کی کوئی ضمانت دے سکتا ہے، جس کے اندر عام طور تخریب کاری اور فتنہ و فساد ہی ہوتا ہے؟

اسلام نے تو مظاہروں سے کہیں درجہ کم تر چیزوں میں بھی کفار کی مشابہت سے روکا ہے جیسے کہ کھانے پینے اور لباس میں مشابہت، جیسا کہ حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اسی میں سے ہو گا۔

* مزید یہ کہ مذکورہ حدیث کو ایساں نے ایسے لفظ سے روایت نہیں کیا ہے جس سے سماع کی صراحت ہو جیسے کہ میں نے سنا، مجھ سے بیان کیا وغیرہ، اسی لئے راجح یہی ہے کہ ایساں ایک مجھوں تابعی ہیں اور محدثین کے اصولوں پر یہ روایت ضعیف ہے، یونکہ یہ مرسل تابعی ہے جس میں جہالت پائی جاتی ہے۔ اور اسی طرح یہ اللہ کے اس قول کے معارض بھی ہے: ﴿وَاللّٰٰتِي تَحَافُونَ نُشُوْزُهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَإِنْ أَطْعَنُكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ﴾

سَبِّيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْهَا كَبِيرًا ﴿النساء: ٣٣﴾

ترجمہ: اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی سے تم ڈرتے ہو، سو انھیں نصیحت کرو اور بستروں میں ان سے الگ ہو جاؤ اور انھیں مارو، پھر اگر وہ تمہاری فرمائی برداری کریں تو ان پر (زیادتی کا) کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت بلند، بہت بڑا ہے۔

اس آیت سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ مردوں کو یہ شرعی اجازت حاصل ہے کہ وہ ضرورت پر عورتوں کو مار سکتے ہیں۔

اسی طرح یہ اللہ کے رسول ﷺ کے اس قول کے بھی مخالف ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: "فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللَّهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللَّهِ، وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوْطِئنَ فُرُوشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرِبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ"۔

ترجمہ: اور تم لوگ اب ڈروال اللہ سے کہ عورتوں پر زیادتی نہ کرو اس لیے کہ ان کو تم نے اللہ پاک کی امان سے لیا ہے اور حلال کیا ہے تم نے ان کے ستر کو اللہ تعالیٰ کے کلمہ سے اور تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ تمہارے بچھو نے پرسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں (یعنی تمہارے گھر میں) جس کا آنا تم کو ناگوار ہو۔ پھر اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسا مارو کہ ان کو سخت چوٹ نہ لگے (یعنی ہڈی وغیرہ نہ ٹوٹے، کوئی عضوضاً لاع نہ ہو۔ حسن صورت میں فرق نہ آئے کہ تمہاری کھیتی اجر جاتے) اور ان کا حق تمہارے اوپر اتنا ہے کہ روٹی ان کی اور کپڑا ان کا دستور کے موافق تمہارے ذمہ ہے۔ [صحیح مسلم: ١٢١٨]

یہاں پر اللہ کے رسول ﷺ نے بھی مارنے کی اجازت دی ہے اگر مارنے کی ضرورت پڑ جاتے۔ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ابن عباس وغیرہ نے کہا کہ یہاں ایسی مار مراد ہے

جس سے بدن زخمی نہ ہو۔ حسن بصری نے کہا کہ ایسی مار مراد ہے جس کا بدن پر اثر نہ ہو۔ اور فقہاء نے کہا کہ ایسی مار ہو جس سے کوئی عضو نہ ٹوٹے اور نہ ہی کوئی عضو متاثر ہو۔

پتہ چلا کہ اس حدیث کے ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ یہ قرآنی آیت اور صحیح حدیث کے مخالف بھی ہے۔ اور اسی پر فقہاء اسلام کا عمل ہے۔

چنانچہ علامہ بغوي نے اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہ اس حدیث کے اندر ان عورتوں کو مارنے کی اجازت ہے جو فحش کاموں کا ارتکاب کریں یا فراپس کی ادائیگی میں کوتاہی بر تین، یا شوہر کے گھر سے بلا اجازت نکلیں، یا شوہر کے گھر میں کسی اجنبی شخص کو بلا نیں، یا کسی ظاہری خیانت کا ارتکاب کریں، تو ان تمام صورتوں میں تادبی کارروائی کے طور پر انہیں مارنا جائز ہے، یکونکہ وہ انکاذ مہ دار ہے ان سے انکی ذمہ داری کے بارے میں سوال ہو گا۔ [شرح السنہ: ۹/۱۵۹]

اس طرح دکتور سعود الفنیسان کا یہ قول سرے سے باطل ہو گیا کہ: دور بنوی میں عورتیں اپنے شوہروں کی شکایت کرنے کیلئے نکلتی تھیں، کیا یہ پر امن احتجاج نہیں ہے؟!

اسلام میں بالکل ممانعت نہیں ہے کسی ایسے شخص کو جو مظلوم ہو کہ وہ اپنے ظلم کو کسی ایسے شخص کے پاس لے جائے جو اس کے ظلم کو بہتر طور پر ختم کر سکے، مگر مردوں اور عورتوں کا ایک ساتھ کسی سرکاری مجمعہ کے سامنے جمع ہو کر حقوق کے مطالبے کی نوعیت، اسلام میں کبھی معروف نہیں رہا ہے، اور نہ ہی اسلام کسی ایسی شکل کو جائز کہے گا بلکہ اسے فتنے میں شمار کرے گا، یکونکہ یہ اسلامی آداب و اخلاق کے خلاف ہے بلکہ مسلمان حاکم کے خلاف یہ خروج ہے جو کبھی بھی بغاوت کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔

اس طرح کے بدجھنا نہ اعمال کو تاریخ اسلام میں کبھی بھی نہیں دیکھا گیا، یہاں تک کہ یورپ سے پڑھ کر مغربی زدہ چوزے عالم مشرق میں آئے اور یورپ و امریکہ کی تہذیب اور وہاں کے اصول و اخلاق کو متعارف کروا یا، انہیں میں یہ مظاہرے بھی ہیں جنہیں با مقصد لوگ اپنے آقاوں کے ایجنسیوں

کی تکمیل کی خاطر انجام دیتے ہیں، تاکہ مسلم ممالک میں فتنہ و فساد پھیلا یا جائے، اور اخلاق و آداب کا جنازہ نکالا جائے۔

اور میں نہیں سمجھتا کہ جو لوگ مظاہروں کے مویدین اور منادیں ہیں وہ بھی اس طرح کے عجیب و غریب مبغوض مغربی طرز کے احتجاج کی تائید کریں گے، بلکہ وہ بھی موصوف کے اس استدلال پر تعجب کریں گے، اور مجھے سب سے زیادہ تعجب اس بات پر ہے کہ اس وقت جب کہ عالم عرب مظاہروں کی خوست اور تباہی سے جو جھر ہا ہے ایسے پر آشوب ماحول میں اس طرح کے مظاہروں کی دعوت یہ جناب دے رہے ہیں !!
کیا حالیہ مظاہروں کے چلتے جوتا ہی آئی ہے، لاکھوں لوگ مارے گئے، زخمی ہوتے، جلاوطن کئے گئے، بوڑھے بچے عورتیں سب پر لیشان ہیں، ایک ہنگامہ، انارکی اور ہوا کا ماحول ہے، ہر طرف تباہی و بر بادی کا منظر ہے، موصوف کو ان سب کا ادراک نہیں ہے؟!

کیا موصوف کو اس کا احساس نہیں ہے کہ ان مظاہروں کی وجہ سے کتنے لوگوں کے دلوں میں نفرت اور شمنی پیدا ہوئی ہے، اور کتنوں نے اپنے جوش انتقام کی آگ ٹھنڈی کی ہے؟!
کیا اللہ کا یہ قول ان کے سامنے سے نہیں گزرا: ﴿مَنْ أَجْلَ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ يَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَمَّا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَمَّا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رُسُلًا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ﴾ [المائدہ: ٣٢]

ترجمہ: اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ حقیقت یہ ہے کہ جس نے ایک جان کو کسی جان کے (بدلے کے) بغیر، یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے اسے زندگی بخشی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی اور بلاشبہ ان کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل لے کر آتے، پھر بے شک ان میں سے بہت سے لوگ اس کے بعد بھی زمین میں یقیناً حد

سے بڑھنے والے ہیں۔

اسی طرح ایک روایت میں وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرُو، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ". [سنن ترمذی: ۱۳۹۵، صحیح موقوفاً حسن مرفوعاً بمجموع طرق]

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دنیا کی بر بادی اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے کہیں زیادہ کم تر و آسان ہے۔“

اللہ ہم سب کو ایسی نفس پرستی سے بچائے جو فتنوں تک لے جانے والی ہو۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے نویں صفحے پر کہتے ہیں:

۵۔ محمد بن حرب نے کہا: امام احمد سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو اپنے پڑوئی کے گھر میں کسی منکر امر کو سنتا ہو تو آپ نے کہا کہ اسے بھلانی کا حکم دے، میں نے کہا: اگر وہ قبول نہ کرے؟ تو فرمایا: اس کے خلاف دیگر پڑوئیوں کو جمع کرو اور اس معاملے کو بڑا بنا کر پیش کرو شاید لوگ اکٹھا ہو کر اس معاملے کی تشهیر کریں۔ [الامر بالمعروف و نهي عن المنكر للخلال، ص ۷۱]

□ تعلیمی: میں کہتا ہوں:

- ① ہمیں نہیں معلوم کہ محمد بن حرب کون میں جنہوں نے امام احمد رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔
- ② اسلئے ہم پہلے یہی کہیں گے کہ پہلے امام احمد سے اس قول کو ثابت کریں پھر اس سے مسئلے پر دلیل بنائیں۔

③ اور اگر یہ قول امام احمد سے ثابت بھی ہو جائے پھر بھی اس قول کا مظاہروں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

امام احمد اور دیگر ائمہ اہل سنت والجماعہ نے تین تین عبادی خلفاء (مامون، معتصم اور واثق) کے زمانے میں تعطیل صفات، خلق قرآن اور انکار روایت جیسے سنگین مسائل کو لیکر سخت ترین آزمائشوں کا سامنا کیا، مگر اس کے باوجود نبوی ارشادات کی روشنی میں حکمت اور صبر کا مظاہرہ کیا، جبکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ جن عقائد پر مجبور کر رہے ہیں وہ سب کفریہ عقائد ہیں۔

عنبل بن اسحاق کی کتاب (ذکر محنة الامام احمد، ص ۷۰) میں وارد ہوا ہے کہ واثق نے جب اس بد عقیدگی کی بنیاد پر لوگوں کو ستانا شروع کیا تو اس وقت فقهائے بغداد میں سے کچھ لوگ ابو عبد اللہ کے پاس آئے، ان میں بکر بن عبد اللہ، ابراہیم بن علی امطہنی اور فضل بن عاصم وغیرہ بھی تھے، ان لوگوں نے عرض کیا کہ معاملہ اس وقت بہت سنگین ہے، اور یہ شخص سخت سزا میں دے رہا ہے، ہمیں خدشہ ہے کہ معاملہ مزید سنگین نہ ہو جائے، اور ان لوگوں نے یہ بھی بیان کیا کہ ابن ابی دواد نے یہ فیصلہ لیا ہے کہ مکاتب کے اندر بھی بچوں کو خلق قرآن کے عقیدے پر تعلیم دی جائے۔

یہ سن کر ابو عبد اللہ نے پوچھا: پھر آپ لوگ چاہتے کیا ہیں؟ لوگوں نے کہا: ہم اس آدمی کی سربراہی اور حکومت پر راضی نہیں ہیں۔ تو ابو عبد اللہ نے ان لوگوں سے ایک گھنٹے علمی مناظرہ کیا جہاں میں بھی حاضر تھا، یہاں تک کہ آپ نے کہا: کیا تم یہ نہیں سمجھتے کہ ایسا کر کے تم ایک بڑے مکروہ امر کا ارتکاب کرو گے، تم لوگ اسے دل سے برا سمجھو اور اسکی اطاعت سے ہاتھ نہ پھینخو اور نہ ہی اختلاف کرو، اور نہ ہی قتل و خونریزی کی طرف ہاتھ بڑھاؤ، اپنے انجام کا انتظار کرو اور جلد بازی نہ دکھاؤ، صبر سے کام لو، اپنے لوگ ضرور ایک دن برے لوگوں سے راحت پائیں گے۔

آپ کی بات سن کر ایک صاحب نے عرض کیا: ہمیں اپنی اولاد پر خوف ہے کہ کہیں اگر یہی عقائد راجح ہو گئے تو یہ اسی کو اسلام سمجھیں گے اور حقیقی اسلام ختم ہو جائے گا، یہ سن کر ابو عبد اللہ نے کہا: ہرگز نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرے گا، اور اس معاملے میں بھی اللہ مدد کرے گا، اسلام ضرور غالب اور محفوظ رہے گا۔

اس طرح لوگ نکل گئے اور انہوں نے جو ارادہ کر رکھا تھا اس سے باز آگئے، ابو عبد اللہ نے سمع و طاعت کی دلیلوں سے استدلال کر کے انہیں کچھ بھی اقدام کرنے سے منع کر دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے امت کو اس فتنے سے نجات دی۔

اور اسی طرح ابو بکر الخالل نے (السنہ: ۱/۱۳۲) میں کہا: ابو بکر مرزوی نے مجھے بتلایا کہ ابو عبد اللہ قتل و خونریزی کرنے سے روکتے تھے اور خروج و بغاوت پر سخت نیکر کرتے تھے۔

اور اسی طرح مجاہد اور ابراہیم تیمی سے مروی ہے کہ یہ دونوں حضرات فتنوں سے نفرت کرتے تھے۔ اسی طرح ابو الحارث نے بیان کیا کہ میں نے ابو عبد اللہ سے بغداد میں واقع حادثے کے بارے میں سوال کیا یعنی کہ کچھ لوگ خروج کرنا چاہتے تھے، میں نے پوچھا کہ ان لوگوں کے ساتھ خروج کرنے کے بارے میں آپ کی کیا راستے ہے؟ تو آپ نے اس پر سخت ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے کہا: سبحان اللہ! خون سے ڈرو، میں نہ تو اسے جائز سمجھتا ہوں اور نہ ہی اس کا حکم دیتا ہوں، جس بھی حال میں ہم میں اس پر صبر کرنا اس فتنے سے زیادہ بہتر ہے، جس میں قتل و خونریزی، آبروریزی اور املاک کی تباہی ہوتی ہے۔ تمہارا دین سلامت رہے یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ حکام کے خلاف خروج و بغاوت سے روکتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نہ تو اسے جائز سمجھتا ہوں اور نہ ہی اس کا حکم دیتا ہوں۔

امام احمد کا یہ موقف دراصل منتج نبوی سے مستفاد ہے تاکہ امت مسلمہ ان فتنوں سے محفوظ رہے جن میں قتل و خونریزی اور تباہی عام ہوتی ہے۔

انہیں فتنوں میں سے جن سے امام احمد وغیرہ ہمیشہ لوگوں کو ڈراتے تھے مظاہرہ اور احتجاج بھی آئے گا جنہیں کافر ملکوں سے درآمد کیا گیا ہے۔

یہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں جو اس فتنے کے تعلق سے بتاتے ہیں کہ اس وقت اہل سنت والجماعہ نے کیسے صبر کا مظاہرہ کیا تھا، چنانچہ آپ نے مجموع الفتاویٰ: ۶/ ۲۱۳ میں لکھا کہ اس وقت اہل

سنن والجماعہ کے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تھے، آپ نے اس وقت بھی صبر کیا جب جہنمیہ کے انکار صفات کا فتنہ آیا جو کہتے ہیں کہ اللہ کو آخرت میں بھی نہیں دیکھا جا سکتا، اور قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ مخلوق ہے، اللہ آسمان کے اوپر نہیں ہے، اور نہ ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس گئے تھے، اس طرح جہنمیہ نے کئی خلفاء کو گمراہ کیا جنہوں نے لوگوں کو مختلف آزمائشوں سے دوچار کیا، چنانچہ کسی نے رغبت و لالج میں اور کسی نے ڈر میں ان عقائد کو قبول کیا اور کچھ لوگ چھپ گئے۔

اور جنہوں نے قبول نہیں کیا ان کے وظیفے بند کر دیئے گئے، انہیں عہدوں سے ہٹا دیا گیا، اگر کوئی قیدی تھا تو اسے رہا نہیں کیا گیا اور نہ ہی اسکی گواہی قبول کی گئی، بسا اوقات اسے قتل تک کر دیا گیا یا اسے جیل ہی میں پڑے رہنے دیا گیا۔

یہ آزمائش کا دور مامون الرشید، معمتصم اور رواثت کی خلافت میں تھا جسے متول نے ختم کیا۔

امام احمد رحمہ اپنے موقف پر جمہ رہے اور تعطیل صفات میں انکی موافق نہیں کی، آپ کو ستایا گیا مگر آپ نے صبر کیا، چنانچہ اللہ نے آپ کو ان ائمہ دین میں شامل کر دیا جن سے لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَعْمَةً يَهُدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا

إِيمَانًا يُوقِنُونَ﴾ [اسجدہ: ۲۳]

ترجمہ: اور ہم نے ان میں سے کئی پیشو ابنا تے، جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے، جب انہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین کیا کرتے تھے۔

پتہ چلا کہ جسے صبر اور یقین حاصل ہو جاتے وہ دین میں امام ہو جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ بات معلوم ہے کہ سلف جن میں امام احمد بھی شامل ہیں، تعطیل صفات، خلق قرآن اور انکار روایت کی بنیاد پر تکفیر کرتے تھے، اور جہنمیہ نے صرف انہیں فتنوں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ ان لوگوں کی تکفیر بھی کرتے تھے جو انکی مخالفت کرتے تھے اور پھر اپنے مخالفین کا امتحان بھی لیتے تھے جیسا کہ شیخ

الاسلام امن تیمیہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے، ان سب کے باوجود ان لوگوں نے تو مظاہرہ کیا اور نہ ہی حکام کے خلاف خروج کیا بلکہ ایک بڑے فتنے کو روکنے کی خاطر صبر سے کام لیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے (منہاج السنہ: ۳ / ۵۲) میں کہا کہ جتنے بھی لوگوں نے خروج کیا ہے اس کے نتیجے میں بعد میں پیدا ہونے والا شر و فساد اس شر و فساد سے کہیں بڑا ہوتا رہا ہے جو خروج سے پہلے تھا، جیسے کہ وہ لوگ جنہوں نے مدینہ میں یزید کے خلاف خروج کیا، عراق میں عبد الملک کے خلاف ابن الاشعث کا خروج، خراسان میں اپنے بیٹے ہی کے خلاف ابن الہلب کا خروج، اسی طرح خراسان ہی میں ابو مسلم خراسانی کا خروج، اسی طرح مدینہ اور بصرہ وغیرہ میں ابو جعفر المنصور کے خلاف خروج و بغاوت، اور اس طرح کی دوسری بغاوتیں۔

اس طرح کے لوگ یا تو غالب ہوتے ہیں یا مغلوب، یہ غالب بھی آتے ہیں تو انکا غلبہ جلد ہی ختم ہو جاتا ہے، آپ دیکھیں گے کہ عبد اللہ بن علی اور ابو مسلم نے ملکر بہت سارے لوگوں کا قتل کیا، پھر ان دونوں کا انجام کیا ہوا؟ ابو جعفر المنصور نے دونوں کو قتل کر دیا، اہل حرہ، ابن الاشعث اور ابن الہلب وغیرہ مغلوب ہو گئے، انکا نہ دین باقی رہا اور نہ دنیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے آگے (منہاج السنہ: ۳ / ۵۲۹) پر کہا کہ: ”حسن بصری کہتے تھے کہ حجاج اللہ کا عذاب ہے، اسے اپنے ہاتھوں سے ختم نہ کرو، بلکہ اللہ سے دعا کرو، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ أَخْذُنَاهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا إِلَّرْبِيمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ﴾ [المومنون: ۶۷] ترجمہ: اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں عذاب میں پکڑا، پھر بھی وہ نہ اپنے رب کے آگے بھکے اور نہ عاجزی اختیار کرتے تھے۔

طلق بن حبیب کہتے تھے: ”فتنة سے تقوی کے ذریعے بچو، پوچھا گیا: تقوی کی تشریح کریں تو آپ نے کہا: نور الہی کی روشنی میں اللہ کی اطاعت کرو، اللہ کی رحمت کی امید رکھو، اور نور الہی کی روشنی میں معصیت

ترک کر دو اور عذاب الہی سے ڈرو۔

چنانچہ سلف فتنوں کے ایام میں خروج اور قتال سے منع کرتے تھے، جیسا کہ ابن عمر، سعید بن مسیب اور علی بن الحسین وغیرہ حره کے سال یزید کے خلاف خروج و بغاوت سے روکتے تھے، اور جیسا کہ حسن بصری اور مجاہد وغیرہ ابن الاشعث کے فتنے میں شریک ہونے سے روکتے تھے، اسی لئے صحیح احادیث کی روشنی میں ائمہ اہل سنت فتنوں کے ایام میں خروج اور قتال سے روکتے تھے، اور اسے اپنے عقائد کی کتابوں میں بیان کرنے لگے، حکام کے ظلم پر صبر کرنے کی تاکید کرتے تھے اور قتال کرنے سے روکتے تھے، گرچہ بعض فتنوں میں اہل علم نے بھی شرکت کی تھی۔

باغیوں سے قتال کرنے کا باب اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر، قتالِ فتنہ سے مشتبہ ہو جاتا ہے مگر یہ تفصیل طلب ہے جس کا یہاں موقع نہیں ہے، لیکن جو اس تعلق سے احادیث نبویہ پر غور کرے گا اسے پتہ چلے گا کہ جو حدیثوں کے اندر بیان ہوا ہے وہی بہتر اور اعتدال پسندی پر مبنی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے (منہاج السنۃ: ۳ / ۵۳۱) پر مزید کہا کہ: ”حکام کے جور و ظلم پر صبر کرنا اور انکے خلاف خروج و بغاوت نہ کرنا ہی بندوں کے لئے دنیا و آخرت میں بھلائی ہے، اور جو اسکی مخالف کرے گا جان بوجھ کر یا غلطی سے، اسے فساد کے سوا کوئی بھلائی ملنے والی نہیں ہے، اور اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی تعریف کی تھی یہ کہتے ہوئے کہ یہ میرا بیٹا ہے جو سردار ہے، اسکے ہاتھ پر مسلمانوں کے دو گروہ کے درمیان الصلح کراتے گا۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے (منہاج السنۃ: ۳ / ۵۳۶) پر مزید کہا کہ: ”اگر منکر کا ازالہ ممکن نہ ہو مگر ایسی صورت کے کہ اس سے پہلے کے مقابلے بڑے منکر کا وجود لازم آئے تو ایسی صورت میں منکر پر نکیر کرنا منکر قرار پاتے گا۔ اور اسی طرح اگر کسی معروف کا حصول ممکن نہ ہو مگر ایسے منکر کے ذریعے جس کا مفسدہ اس معروف کے مصلحت سے زیادہ بڑا ہو تو ایسی صورت میں اس معروف کا حصول بھی منکر ہو جاتے گا۔“

جبکہ اسی طریقے سے خوارج مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھانا جائز کرتے ہیں، یہاں تک کہ خوارج نے اسی بنیاد پر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دوسروں خلفاء سے قتال کیا، ان خوارج کے عقیدے پر معتزلہ، زیدیہ آقا اور دیگر فقہاء ہیں۔

اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے (منہاج السنۃ: ۵۳۸ / ۳) پر مزید کہا: ”یہ جاننا ضروری ہے کہ ان فتنوں کے اسباب مشترک ہیں، ان میں حق اور غیر حق کا پہچانا بہت ضروری ہوتا ہے، اور اسلام علم نافع اور عمل صالح کے ساتھ آیا ہے تاکہ حق کی معرفت ہو سکے، اور دیکھایہ جاتا ہے کہ کچھ حکام ایسے ہوتے ہیں جو ظلم و زیادتی اور حق تلفی کرتے ہیں جس پر لوگ صبر نہیں کر پاتے لیکن اس ظلم کو ختم بھی نہیں کر سکتے مگر ایسے طریقے سے جو مزید فساد کا باعث ہوتا ہے، لیکن ظلم کو مٹانے اور اپنے حق کے لینے کی محبت میں وہ اس عام فساد پر نظر نہیں رکھتا جو اس کے عمل سے ظاہر ہونے والا ہوتا ہے۔

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد تم لوگ حق تلفی پاؤ گے، اس وقت صبر سے کام لینا یہاں تک کہ تم مجھ سے حوض کو ٹرپ آ کر ملاقات کرنا۔“

اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے (منہاج السنۃ: ۵۳۰ / ۳) پر مزید کہا:

”صحیح روایتوں میں یہ بھی ثابت ہے:

عَنْ أَبْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: "عَلَى الْمُرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، إِلَّا أَنْ يُؤْمِرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِنْ أُمِرَّ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةً"۔ [صحیح مسلم: ۱۸۳۹]

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان پر سننا اور مانا واجب ہے (حاکم کی بات کا) خواہ اس کو پسند ہو یا نہ ہو مگر جب حکم کیا جائے گناہ کا تو نہ سننا چاہیئے نہ مانا چاہیئے۔“

اسی طرح ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے:

عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمِيَّةَ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِيتِ وَهُوَ مَرِيضٌ، فَقُلْنَا حَدُّثَنَا: أَصْلَحَكَ اللَّهُ بِحَدِيثٍ يَنْفَعُ اللَّهُ بِهِ، سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: دَعَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَبَأَيْعُنَاهُ، فَكَانَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا، "أَنْ بَأَيَّعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا، وَأَثْرَهُ عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ، قَالَ: إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفُرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ". [صحیح مسلم: ۱۸۰۹]

ترجمہ: جنادہ بن امیہ سے روایت ہے، ہم سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ بیمار تھے۔ ہم نے کہا: بیان کرو ہم سے (اللہ تعالیٰ تم کو اچھا کرے)۔ ایسی کوئی حدیث ہے جس سے اللہ فائدے دے دے اور جس کو تم نے سنا ہو رسول اللہ ﷺ سے۔ انہوں نے کہا ہم کو بلا یار رسول اللہ ﷺ نے، ہم نے آپ سے بیعت کی اور آپ نے جو عہد لیے ان میں یہ بھی بتایا کہ ہم بیعت کرتے ہیں بات سننے اور اطاعت کرنے پر خوشی اور ناخوشی میں، سختی اور آسانی میں اور ہماری حق تلفیاں ہونے میں اور ہم جھگڑا نہ کریں گے اس شخص کی خلافت میں جو اس کے لائق ہو۔ ”مگر جب کھاکفر دیکھیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس جلت ہو۔“ آپ غور کریں کہ نبی اکرم ﷺ نے حق تلفی کے باوجود مسلمانوں کو صبر کرنے اور حکام کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور خلافت کرنے سے روکا ہے۔

* میں کہتا ہوں:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ان عمدہ اقوال پر غور کریں جو احادیث نبویہ کی روشنی میں مصالح و مفاسد کی روایت پر مبنی ہیں ساتھ ہی تاریخی تجربات سے خروج و بغاوت کے تباہ کن اثرات بھی سامنے ہیں، جس سے ایک عقلمند انسان ہی عبرت پکڑ سکتا ہے۔

چنانچہ جو حق کا متناہی ہوا سے چاہئے کہ وہ فتنوں کے موقعوں پر اسلامی منہج سے استفادہ کرے اور اس

منہج کی مخالفت کرنے والوں سے مسلمان بھائیوں کو آگاہ رکھے تاکہ ایسا نہ ہو کہ شیطان انہیں ان فتنوں میں قتل و خونریزی اور تباہی کیلئے ایندھن بنالے، بلکہ وہ فتنوں کا سامنا کرنے کیلئے ائمہ سلف نے جو اصول مرتب کئے ہیں انکی روشنی میں زندگی گزاریں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اقوال جنہیں ہم نے پیش کیا وہ سب انہیں رہنمای صولوں پر مبنی میں اور انہیں کی طرف دعوت دیتی ہیں۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے (اعلام الموقعين: ۱۵/۳) میں کہا کہ: ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار منکر کو اس لئے اپنی امت پر واجب کیا ہے تاکہ اس کی وجہ سے وہ مصلحت اور بھلائی حاصل ہو جسے اللہ اور اسکے رسول پسند کرتے ہیں، لیکن اگر اس انکار منکر سے مزید اس سے بڑا منکر پیدا ہونے کا خدشہ ہو جس سے اللہ اور اسکے رسول نفرت کرتے ہوں تو ایسی صورت میں انکار منکر جائز نہیں ہو گا، اسکی مثال انکار منکر کے نام پر بادشاہان وقت اور حکمرانوں کے خلاف خروج و بغاوت کرنا ہے جو کہ تمام شر و فتن کی بنیاد ہے کہ جو ایک مرتبہ شروع ہو جائے تو پھر کبھی ختم نہ ہو، صحابہ کرام نے ان حکام سے قتال کرنے کے سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تھی جو نماز کو ان کے مقررہ اوقات سے موخر کر دیتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتال کرنے سے منع فرمادیا، اور کہا کہ نہیں، جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں اس وقت تک ان سے قتال نہیں کر سکتے۔ اور مزید فرمایا کہ جو اپنے امیر کی طرف سے کسی منکر کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ وہ صبر کرے اور اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔

چنانچہ جو بھی چھوٹے بڑے فتنوں پر غور کرے گا تو وہ پاتے گا کہ انہیں اصولوں کے خالع کرنے اور ان پر عمل کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا ہے کہ انہوں نے حکام کے منکرات اور ظلم پر صبر نہیں کیا اور طاقت نہ ہونے کے باوجود اسے مٹانے کیلئے نکل پڑے چنانچہ پہلے کے مقابلے بڑے بڑے مفاسد مرتب ہوتے۔ آپ غور کریں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے اندر بڑے بڑے مفاسد اور منکرات کا

سامنا کرتے تھے مگر چونکہ انکے مٹانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اس لئے صحابہ کو خاموش رہنے کی تلقین کرتے تھے اور اللہ کی طرف سے کشادگی کی امید دلاتے تھے، لیکن جب مکہ فتح ہو گیا اور دارالاسلام میں داخل ہو گیا تو بیت اللہ کو نئے سرے سے پاک صاف کیا اور سارے منکرات کو ختم کر دیا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت خانہ کعبہ کو گرا کر ابرا یعنی بنیادوں پر دوبارہ لانا چاہتے تھے اور آپ اس کے بارے میں ارادہ بھی رکھتے تھے، مگر اس ارادہ کو ترک کر دیا، چونکہ اسکے نتیجے میں بد عقیدگی پھیلنے کا خطرہ تھا، باہم وجہ کہ ابھی وہ نئے نئے مسلمان ہوتے تھے۔ اور اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکام کے خلاف بھی ہاتھ اور طاقت کے زور پر منکر کے ازالے سے منع فرمادیا، یہ یونکہ اس سے مزید فساد کے پھیلنے کا امکان ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام ابن القیم رحمہ اللہ کا قول بھی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے اور اس کے اندر نتائج اور عواقب پر غور کیا گیا ہے، اور انہیں مصلحتوں کی بنیاد پر بڑے بڑے فتنوں کو روکا جاسکتا ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ کے کلام پر غور کریں اور ساتھ ہی ایک بار پھر آپ کے اس کلام پر غور کریں: ”جو بھی چھوٹے بڑے فتنوں پر غور کرے گا تو وہ پائے گا کہ انہیں اصولوں کے ضائع کرنے اور ان پر عمل کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا ہے کہ انہوں نے حکام کے منکرات اور ظلم پر صبر نہیں کیا اور طاقت نہ ہونے کے باوجود اسے مٹانے کیلئے نکل پڑے چنانچہ پہلے کے مقابلے بڑے بڑے مفاسد مرتب ہوتے۔“

اگر سلف امت دور حاضر کے پرآشوب ماحول اور پر فتن دو روک دیکھ لیتے کہ اس وقت جو مظاہرے اور احتجاج کرنے جاتے ہیں وہ نہ تو اسلام کی خاطر ہوتے ہیں اور نہ ہی شرک و بدعت اور الحاد و کفر کے خلاف ہوتے ہیں بلکہ سیاسی مقاصد اور دنیاوی اہداف حاصل کرنے کی خاطر ہوتے ہیں تو ان کا کیا حال ہوتا؟!

اللَّهُمَّ نَعُوذُ بِرَضَاكَ مِنْ سُخطِكَ وَمِنْ عَذَابِكَ

○ دکتور سعود الفیضان آگے نویں صفحے پر کہتے ہیں:

”حاکم وقت کی سمع و طاعت کے تعلق سے خلاصہ کلام یہ ہیکہ اگر وہ کسی مباح چیز سے روکے اور یہ حکم کسی خاص شخص کو ہو جیسے کسی کو سفر کرنے سے روکے یاد و سرے ملک میں شادی کرنے سے منع کرے تو یہ جائز ہے، اور ایسی صورت میں اس شخص پر اس حاکم کی اطاعت واجب ہے، لیکن کوئی عام فرمان یا حکم صادر کرے جو پوری رعایا کیلئے عام ہو جس میں کسی جائز اور شرعی مباح چیز سے روکا گیا ہو تو یہ اظہار رائے کی آزادی کو ختم کرنا ہے۔“

□ ٹھیکیٰ میں کہتا ہوں:

① یقیناً یہ کلام بہت ہی عجیب اور غریب ہے۔

میں نے ارشادات نبویہ اور اہل علم کے کلام کو پیش کیا ہے جن میں امام احمد، ابن تیمیہ اور ابن القیم کے قیمتی کلام شامل ہیں، جو حکمت، صحیح علم اور عظیم ہوشمندی پر مبنی ہیں، اور دین و دنیا کی تباہی والے فتنوں سے امت کو دور رہنے کی پدایت ہے۔

پھر اسکے بعد ان حکیمانہ توجیہات اور اوصوف کے اس استدلال کے درمیان موازنہ اور مقارنة کریں جو منہج نبوی اور سلف امت کے کلام سے کوسول دور ہے۔

② قاری کو یہ سمجھو میں آئے گا کہ موصوف نے حاکم کی اطاعت کو لیکر فرد اور جماعت کے درمیان تفریق کی ہے جبکہ اس تفریق پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

فقہائے اسلام یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ مصالح و مفاسد کی رعایت پر قائم ہے، چنانچہ شریعت اسلامیہ انہیں چیزوں کا حکم دیتی ہے جن کے اندر دین و دنیا ہر اعتبار سے لوگوں کیلئے خیر و بھلائی ہو، اور ہر اس چیز سے روکتی ہے جس میں انکے لئے دین و دنیا ہر اعتبار سے برآ ہو، لیکن یہ ربانی منہج موصوف کے کلام سے عقلاً ہے۔

چنانچہ حاکم وقت کیلئے اسی منہج کی روشنی میں یہ جائز ہے کہ وہ رعایا کی مصلحت میں اجتہاد کر کے قوانین وضوابط بناتے اس شرط کے ساتھ کہ شرعی اصولوں سے نہ بگراتے، اور اگر اس سے کسی طرح کی کوئی غلطی سرزد ہو تو اسکی اصلاح علماء امت اور دانشور ان قوم ہی کریں گے حکمت پر مبنی نصیحت اور خیر خواہی کے ذریعے کہ تشویہ اور اختلاف کے ذریعے۔

ان سیاسی امور میں نادان، جاہل، نفس پرست اور اغراض پسند لوگوں کو مداخلت نہیں کرنا چاہتے، اگر حاکم نصیحت کے بعد اپنی غلطی سے رجوع کر لے تو الحمد للہ، اور اگر رجوع نہ کرے تو ایسی صورت میں شریعت نے مسلمانوں کو صبر کرنے کا حکم دیا ہے، یہاں تک کہ اللہ کوئی سبیل پیدا کر دے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلُ لَهُ هَجْرَ جَانِبَهُ ۝ وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَجْتَسِبُ﴾ [الاطلاق: ۳]

ترجمہ: اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنادے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔

یہ حکمت پر مبنی اسلامی علاج سینکڑوں مرتبہ اس علاج سے بہتر ہے جو مظاہروں اور فتنوں کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے (منہاج السنہ: ۳ / ۵۲) میں کہا کہ: ”خلاصہ کلام یہ ہیکہ اہل سنت والجماعہ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرنے میں حسب استطاعت کوشش کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا أُسْتَطَعْتُمْ﴾ [التغابن: ۱۶] اللہ سے ڈر جتنی تمہیں طاقت ہے۔

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو اپنی طاقت بھرا سے انجام دینے کی کوشش کرو)۔

اور یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو دین و دنیا ہر اعتبار سے بندوں کی اصلاح کیلئے مبعوث کیا گیا ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے اصلاح کا حکم دیا ہے اور فساد سے روکا ہے، لیکن اگر کوئی ایسا امر ہو جس

کے اندر بھلائی اور برائی دونوں ہوتے ایسی صورت میں جو راجح ہو گا اسی کو مقدم کیا جائے گا، اگر اسکی بھلائی برائی پر راجح ہوتے سے انجام دیا جائے گا اور اگر برائی راجح ہوتے سے ترک کر دیا جائے گا۔

مگر موصوف کا حال یہ ہیکہ انہوں نے نہ تو مصلحت راجحہ کا خیال کیا اور نہ ہی مفاسد کے نتائج پر غور کیا اور نہ ہی مصالح اور مفاسد کے درمیان ترجیح کی ضرورت پر غور کیا، جس کیلئے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث کیا گیا ہے اور جس منہج پر فقہاء امت اور علماء راجحین چلتے آتے ہیں اور نفس پرست ہمیشہ اس منہج سے دور رہتے ہیں۔

آپ دیکھیں گے کہ خلیفہ راشد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ امت کی مصلحت اور مفسدہ کی رعایت کرتے ہوئے امور امت کو دیکھتے تھے۔

ابو بکر بن ابی شیبہ نے کہا: ابن عمر سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے اونٹوں کیلئے ربڑہ کے چراگاہ کو حکومتی تحویل میں لے لیا۔ [مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۳۵]

اور آگے مزید کہا کہ ابوسعید مولیٰ ابی اسید انصاری سے روایت ہے کہ انہوں نے امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ مصر کے وفد کا آپ نے استقبال کیا، اس وقت آپ مدینہ سے باہر ایک بستی میں تھے، جب ان لوگوں نے آپ کے بارے میں سنا تو اسی جگہ ملنے کیلئے روانہ ہو گئے، ان لوگوں نے کہا کہ قرآن منگائیے، چنانچہ آپ نے قرآن منگوایا، پھر ان لوگوں نے کہا کہ ساتویں سورت یعنی سورہ یوسف کھولئے، وہ لوگ سورہ یوسف کو ساتویں سورت کہتے تھے، آپ نے اس سورت کی تلاوت کی یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے: ﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَاماً وَحَلَالاً قُلْ اللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْرٌ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ﴾ [یوسف: ۵۹]

ترجمہ: آپ کہیے کہ یہ تو بتاؤ کہ اللہ نے تمہارے لیے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا۔ آپ پوچھیے کہ کیا تم کو اللہ نے حکم دیا تھا یا اللہ پر افتراضی کرتے ہو؟

تو ان لوگوں نے کہا کہ آپ نے چراگاہ کیلئے جگہ الٹ کیا ہے، کیا اللہ نے اسکا حکم دیا ہے یا آپ اللہ پر افترا پردازی کر رہے ہیں؟ تو آپ نے کہا کہ یہ آیت فلاں فلام معاملات کے تعلق سے نازل ہوئی ہے اور جہاں تک چراگاہ کا تعلق ہے تو مجھ سے پہلے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی صدقہ کے اونٹوں کے لئے چراگاہ کی جگہ الٹ کیا تھا، اور جب میں ذمہ دار بنا تو صدقہ کے اونٹوں کی تعداد زیادہ ہو گئی اسلتے میں نے جگہ بھی زیادہ الٹ کر دی۔ [فضائل صحابہ، امام احمد: ۱/۲۰۷]

چونکہ ربہ نامی جگہ پر کسی کا مالکانہ حق نہیں تھا، وہ تمام مسلمانوں کیلئے عام تھی، اسلتے امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسے صدقہ کے اونٹوں اور گھوڑوں کیلئے خاص کر دیا اور عام مسلمانوں کو اسکے استعمال کرنے سے منع کر دیا، سو اسے اس شخص کے جو امیر المؤمنین سے اجازت لے۔

یہ کام سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھا جس میں مصالح عامہ کی رعایت ملحوظ خاطر تھی، اور مزید یہ اجتہاد کے باب سے ہے جس کے بارے میں حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَمِّرٍو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ قَصَّلَ اللَّهَ عَلَيْهِ الْأَعْلَمَ، قَالَ: "إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرٌ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ"- [صحیح مسلم: ۱۷۱۶]

ترجمہ: سیدنا ابو قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو مویٰ تھے سیدنا عمر بن عاص رضی اللہ عنہ کے، انہوں نے سنار رسول اللہ ﷺ سے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب حاکم سوچ کر حکم دے پھر صحیح کرے تو اس کو دو اجر ہیں اور جو سوچ کر حکم دے اور غلطی کرے تو اس کو ایک اجر ہے۔“

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہی کام کیا تھا جو کام سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، مگر اس سے اختلاف سوائے باغیوں اور فتنہ و فساد پھیلانے والوں کے کسی نے نہیں کیا۔

صحیح بخاری کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: "لَوْلَا أَخْرُجْتُ الْمُسْلِمِينَ مَا فَتَحْتُ قَرِيَةً، إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْرَهُ".

ترجمہ: زید بن اسلم سے ان کے والد نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو جتنے شہر بھی فتح کرتا، انہیں فتح کرنے والوں میں تقسیم کرتا جاتا، بالکل اسی طرح جس طرح نبی کریم ﷺ نے خیر کی زمین تقسیم فرمادی تھی۔ [صحیح بخاری: ۲۳۳۲]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اجتہادات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے مصلحت عامہ کی خاطر عراق کی سر زمین کو تمام کیلئے وقف کر دیا تھا، اور اسے مجاہدین کے درمیان تقسیم نہیں کیا تھا، اور صحابہ کرام نے آپ کے اس اجتہاد کو اقرار کیا اور یہ نہیں کہا کہ یہ زمین ہماری ہے اسے مجاہدین کے درمیان تقسیم کرو، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سر زمین خیر کے ساتھ کیا تھا کہ مس نکال کر اسے مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دیا تھا، لہذا آپ کیلئے صرف خمس ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمَتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَأَنَّ اللَّهَ هُوَ خُمُسُهُ وَلِلَّهِ سُولِ وَلِنِسْكِيَ الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ وَابْنِ السَّبِيلِ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّقَى الْجَمِيعَانِ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [الأنفال: ۲۱]

ترجمہ: اور جان لو کہ تم جو کچھ بھی غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور پیغمبروں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان لائے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل کی، جس دن دو جماعتیں مقابل ہوئیں اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

حافظ ابن رجب نے اپنی کتاب (الاستخراج لأحكام الخراج: ص ۹) کے اندر کہا کہ امام احمد کا یہ قول

گزر چکا کہ خراج کی وصولی عہد فاروقی سے پہلے نہیں تھی، اور بلاشبہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عراق کی سر زمین سے خراج ختم کر دیا تھا اور نہ ہی اسے مجاہدین کے درمیان تقسیم کیا تھا۔ اور اسی طرح ابو عبید نے ذکر کیا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ہی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس جانب اشارہ کیا تھا۔

اسکے علاوہ بھی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دوسرے اجتہادات میں جیسے کہ مسلمانوں کیلئے ایک بیت المال بنانا، صحابہ نے اس پر بھی خاموشی اختیار کی، اور اسے صحیح مانا، اور صحابہ اور دیگر اہل سنت والجماعہ کا منبع یہی ہے کہ حکام کی اطاعت کرتے ہیں اور امت کی مصلحت میں اٹھائے گئے اقدامات کو تسلیم کرتے ہیں۔

ابو علی نے پہلے حاکم وقت کے واجبات کو بیان کیا اسکے بعد مسلم رعایا کے واجبات کو بیان کیا ہے، چنانچہ (الاحکام السلطانية: ص ۳۶) کے اندر کہتے ہیں کہ جہاں تک حاکم وقت کے حقوق کا تعلق ہے تو یہ چار ہیں:

پہلا حصہ:

اس کی اطاعت کرنا رعایا پر واجب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَئِكُمْ إِنَّمَا يُنْهَا عَنِ الْأَوْلَى مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ [النساء: ۵۹]

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگکڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔

کہا گیا کہ یہاں پر اولوں الامر سے مراد علماء ہیں اور ایک قول کے مطابق حکام ہیں۔

اسی طرح ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: "مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي" - [صحیح مسلم: ۱۸۳۵]

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔“

دوسری حق:

معاملات کو اسکے ذمہ چھوڑ دیں وہی اپنی حکمت سے معاملات کی دیکھ ریکھ کرے گا تاکہ اختلافات واقع نہ ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخُوفِ أَذَّاعُوا بِهِ وَلَوْرَدُوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولَئِكَ الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعِلَّهُ أَلَّا يَسْتَبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَا تَبْغُتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [النساء: ۸۳]

ترجمہ: اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت تھوڑے لوگوں کے سواتم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔

ہاں اگر ان سے کوئی چیز مخفی رہ جائے تو رعایا کو حق ہے کہ وہ اسے واضح کر دے اور مشورہ دے دے اللہ تعالیٰ نے مشورہ لینے کی طرف رغبت دلائی ہے۔

تیسرے حق:

اسکے حکم کی تابعداری کریں اور اسکی منع کردہ چیزوں سے رک جائیں، اور اگر کوئی اسکے الٹا اور برعکس کرے تو ایسی صورت میں حاکم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس مخالفت پر اس کے خلاف تادبی کاروائی کرے۔

چوتھے حق:

مال غنیمت کی تقسیم میں اختلاف نہ کرے بلکہ اسکے تقسیم پر راضی رہے۔
میں کہتا ہوں کہ دکتور سعود الفتنیسان کو چاہتے کہ موصوف توجیہات نبویہ کو سمجھیں اور ساتھ ہی اس باب میں علمائے ربانیین کے منہج کو جانیں اور انہی کے منہج پر چلیں، جو کہ علم و عقل اور خیر و بھلائی اور تمام فتنوں اور تباہی کے راستوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔

ابن زنجویہ نے مزید دیگر آثار نقل کئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ملک شام میں جابیہ کی سر زمین کو بھی وقف کر دیا تھا، اور اسی طرح مصر کی سر زمین جسے بغیر لڑائی کے فتح کیا گیا تھا، اور یہ سب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اجتہادات میں شمار کیا جاتا ہے۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے نویں صفحے پر کہتے ہیں:

”پر امن مظاہروں کیلئے ضروری ہے کہ وہ کچھ شرعی ضوابط کے پابند ہوں:

۱- جو بھی مطالبے ہوں وہ شرعی اور انصاف پر مبنی ہوں، چنانچہ اگر وہ حرام ہوں یا اس کے اندر مفسدہ ہو تو بالکل جائز نہیں ہو گا۔

۲- اس مظاہرہ سے کوئی دوسرا ایسا منکر سامنے نہ آئے جو مظاہرین کی وجہ سے پہلے کے مقابلے بڑا منکر ہو یا اس کے برابر ہو۔

۳- اس مظاہرہ سے کسی واجب کا ترک لازم نہ آئے، جیسے جماعت کا ترک کرنا یا اختلاط کا پایا جانا۔
۴- مظاہرے کی وجہ سے جان و مال کی تباہی نہ ہو۔

چنانچہ ایسے مظاہرے جس میں نہ تو ہتھیار اٹھایا گیا ہو اور نہ ہی خون بھایا گیا ہو اور نہ ہی ناحق کسی پرزیادتی کی بھی ہو اور نہ ہی املاک کو تباہ کیا گیا ہو تو ایسی صورت میں وہ مظاہرہ شرعی طور پر جائز ہے۔ واللہ آعلم۔

□ تعلیقیں میں کہتا ہوں:

① اسلام ہر قسم کے مظاہروں سے بری ہے، بالکل جائز نہیں ہے کہ مظاہروں کو اسلام سے جوڑا جاتے۔
② مظاہروں کے اندر جمہوریت اور اظہار رائے کی آزادی جیسے مطالبات کو انصاف پر مبنی کہنا کہاں کا انصاف ہے؟ اسلام ایسے مطالبوں کو حرام اور جرم ٹھہرا تا ہے، کیونکہ اسلام ایسے موقعوں پر صبر اور اطاعت کی تاکید کرتا ہے، اور مظاہرہ اپنے تمام اشکال کے ساتھ شریعت سے متصادم ہے۔
③ مظاہرات کے اندر کسی طرح کی کوئی بھلانی نہیں ہے گرچہ وہ پر امن اور منکرات سے پاک ہو، پھر کیا حال ہو گا ان مظاہروں کا جن میں منکرات بھرے ہوتے ہیں۔

④ مظاہروں میں جو لوگ شریک ہوتے ہیں ان میں اکثر شریعت کے پابند نہیں ہوتے ہیں، ساتھ ہی اسلام مردوں کے اختلاط سے منع کرتا ہے حتیٰ کہ مسجد میں بھی منع کرتا ہے، اور مظاہروں کے اندر

اختلاط پایا جاتا ہے، اور مجھے نہیں معلوم کہ موصوف کے نزدیک جائز اختلاط اور حرام اختلاط کسے کہتے ہیں۔

⑤ مظاہروں میں جان و مال کے نقصان کا خدشہ ۹۹٪ فیصد تک ہوتا ہے، ایسی صورت میں ان نادر مظاہروں کا اعتبار نہیں ہو گا جن میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ جن کے بارے میں نہ کبھی سنا جاتا ہے اور نہ دیکھا جاتا ہے۔

چنانچہ اکثر مظاہروں میں نقصان اور فساد ہوتے ہی ہیں کیونکہ ان مظاہروں کے اکثر سرپرست دین اسلام کے عقائد و احکام کی پابندی نہیں کرتے، اور مظاہروں کے اندر بہت سے نفس پرست لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جن کا مقصد صرف لوت مار ہوتا ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ موصوف کسی اور دنیا میں جی رہے ہیں، کیونکہ مظاہرین کے بارے میں یہ تصور پیش کر رہے ہیں جیسے وہ معصوم ہوں یا فرشتوں کی کوئی جماعت ہو، اسی لئے ایسے شروط بیان کئے ہیں جن کے بارے میں ہر ذی عقل یہ جانتا ہے کہ وہ کبھی بھی پورا نہیں ہو سکتے، یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے:

أَلْقَاهُ فِي الْيَمِّ مَكْتُوفًا وَقَالَ لَهُ ... إِيَّاكَ إِيَّاكَ أَنْ تَبْتَلَّ فِي الْماءِ

ترجمہ: ہاتھ باندھ کر دریا میں اسے ڈال دیا اور کہا کہ خبردار! پانی میں مت بھیگنا۔

اسی طرح اگر آپ امن و سلامتی کے نام پر مظاہروں کی اجازت دیتے ہیں تو گویا آپ لوگوں کے سامنے تباہ کن فتنوں کا دروازہ کھولتے ہیں، کیونکہ اب مظاہروں میں فتنہ پرور لوگ زیادہ رہتے ہیں جو صرف فتنہ و فساد اور قتل و خونریزی اور املاک کی تباہی کے رسیا ہوتے ہیں۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں، دکتور سعود الفینیسان اور تمام مسلمانوں کو حق پر قائم رہنے، عقیدہ منہج اور سیاست و اخلاق ہر اعتبار سے کتاب و سنت پر چلنے اور تمام فتنوں سے دور رہنے نیز حکام و رعایا تمام مسلمانوں کو آپس میں متحدر ہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان ربانی اسمیع الدعاء۔

وَصَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ